

العطایا الالٰھیۃ فی الفتاوی البرکاتیۃ

المعروف بہ

فتاوی برکات

جزء اول

تالیف

شیر نیپال مفتی جیش محمد الصدیقی البرکاتی

مجمع البرکات اکیڈمی
خانقاہ برکات لھنہ شریف نیپال

مَن یُّؤتَ الحِکمَۃَ فَقَد اُوتِیَ خَیرًا کَثِیرًا

العطایا الالٰہیۃ فی الفتاوی البرکاتیۃ

المعروف بہ

فتاویٰ برکات

(جزء اول)

تالیف

استاذ العلماء شیر نیپال حضرت علامہ مفتی جیش محمد الصدیقی البرکاتی
شیخ الحدیث الجامعۃ الحنفیۃ الغوثیہ، جنکپور، دھنوشا (نیپال)

ناشر

الجامعۃ الحنفیۃ الغوثیۃ
جنکپور دھام، دھنوشا، نیپال

نام کتاب : العطایا الالٰهیة فی الفتاویٰ البرکاتیة

تالیف .... استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی جیش محمد الصدیقی البرکاتی
قاضی نیپال و شیخ الحدیث الجامعۃ الحنفیۃ الغوثیۃ، جنک پور-۲ نیپال

باہتمام .... الحاج مولانا احمد حسین البرکاتی خادم الجامعۃ الحنفیۃ الغوثیۃ،
جنکپور-۲ (نیپال)

خوشنویس .... قاری نہال احمد کریمی، ادارۂ شرعیہ، پٹنہ-۲، بہار

اشاعت باراول .... ۱۴۰۸ھ (تعداد پانچ ہزار)

اشاعت باردوم .... ۱۴۲۹ھ (تعداد تین ہزار)

ناشر جامعہ حنفیہ غوثیہ، جنک پور-۲، نیپال

ہدیہ

ملنے کے پتے:

☆ مکتبہ حنفیہ ملحقہ الجامعۃ الحنفیۃ الغوثیۃ، جنکپور-۲، نیپال
☆ خانقاہ برکات، لہنہ شریف، دھنوشا (نیپال)
☆ مکتبہ نظامی، سرسنڈ، سیتامڑھی (بہار)

شرف انتساب

بنام نامی

جملہ ائمۂ دین متین، فقہائے مجتہدین، فضلاء مفسرین، کملاء محدثین، علماء صالحین
اولیاء کاملین، صوفیاء عارفین، شہداء مقربین

و

امام اورع، سراج الورع، کشف الغمہ، صاحب مناقب جمیلہ و مآثر جلیلہ،
فقیہ اقدم، مفتی معظم سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

و

امام السلسلۃ قدوۃ البرکاتیہ، ذوالکرامات صاحب البرکات قطب
الاعالی، فلک المعالی سیدنا شاہ سید برکت اللہ مارہروی قدس سرہ العزیز

و

امام اہلسنت، مجدد دین و ملت، مؤید کتاب و سنت اعلیٰحضرت عظیم
البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی عنہ المولی القوی

فیوض و برکات

کا

طالب

جیش محمد صدیقی برکاتی

۷۸۶
۹۲

نذرانۂ عقیدت

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ المشائخ حضور سید العلماء سند الحکماء
علامہ حافظ قاری مفتی مولانا الحاج

السید آل مصطفیٰ قادری برکاتی

نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ

اور

نمونۂ اسلاف، افتخار اخلاف، شیخ طریقت، رہنمائے شریعت،
جانشین حضور تاج العلماء زیب سجادۂ سرکار کلاں
حضور احسن العلماء، حافظ قاری، مفتی

سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں

قادری، برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ

اور

اولاد رسول جگر گوشۂ بتول

حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت قاطع کفر و ضلالت

جانشین حضور سید العلماء
رضی المولیٰ تعالیٰ

صاحب سجادہ سرکار کلاں

درگاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مخدومی علامہ

سیّد آل رسول حسنین میاں قادری برکاتی

کی

بارگاہ عالیہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل

کررہا ہوں

غلامِ اولادِ رسول

جیش محمد برکاتی

نذرانۂ خلوص

بحضور

۱ تاجدار اہلسنت حضرت مولانا مصطفےٰ خاں رضا مفتی اعظم
عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان

۲ برہان ملت شیخ طریقت حضرت مولانا برہان الحق صاحب جبل پوری
عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان

۳ شان ملت حضرت سید محمد اشرفی محدث اعظم ہند کچھوچھوی
عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان

۴ حافظ ملت رہنمائے شریعت حضرت مولانا عبدالعزیز شیخ الحدیث
اَلْجَامِعَۃُ الْاَشْرَفِیَّۃ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان

۵ امین شریعت سلطان المناظرین مولانا رفاقت حسین صاحب
عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان

۶ مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رئیس اڑیسہ
عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان

۷ شہید حق و صداقت حضرت حافظ محمد خلیل صاحب صدیقی برکاتی
عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان

سہ گر قبول افتد زہے عز و شرف

توجہ خاص کا محتاج

محمد جیش صدیقی برکاتی

۸۶

تقریظ جلیل

نمونۂ اسلاف افتخارِ اخلاف شیخ طریقت، آفتاب مارہرہ

جانشینِ حضور تاج العلماء جگر گوشۂ حضور صاحب البرکات

حضور احسن العلماء حافظ قاری مفتی

سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب قادری برکاتی

قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ

زیب سجادہ سرکار کلاں درگاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ ضلع ایٹہ۔ (یو۔ پی)

۷۸۶
۹۲

اس فقیر ہیچمدان و ہیچ میرز بے بضاعت نے اس کتاب میں درج دینی فتاوائے مبارکہ کی نقول کی زیارت کی جو اخی فی اللہ ذی المجد والجاہ مولنا مفتی حافظ محمد جیش صاحب صدیقی برکاتی زید مجدہم السامی شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ غوثیہ شہر بھنکپو جام راج نیپال کے قلم حق رقم کی کاوش کا ثمرہ ہیں اپنے ٹوٹے پھوٹے علم کے مطابق ان مبارک فتاویٰ دینیہ کو میں نے مسائل صحیحہ حقہ رجیحہ پر مشتمل پایا اور اپنی کم نظری کے پیش نظر اغلاط شرعیہ سے پاک اور صاف۔ رب قدوس جل جلالہ بطفیل حبیب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سب کو توفیق خیر رفیق فرمائے۔ ہم ان پر سچے دل سے عمل کریں اور اپنے لیے انہیں مشعل راہ بنائیں۔ ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

وانا الفقیر الحقیر الحافظ السید الشاہ **مصطفیٰ حیدر المعروف بحسن البرکاتی** عفی عنہ

سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ تزیل بمبئی — دوم شوال ۱۴۱۲ھ

ارشاداتِ عالیہ

بقیۃ الاکابر قدوۃ الاواخر

حامیٔ سنت ماحیٔ الفتن کبیر العلماء و کریم الفضلاء مولانا

مفتی محمد فضل کریم صاحب

قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ

قاضی القضاۃ

ادارۂ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ ۸۰۰۰۰۶

حامداً و مصلیاً و مسلماً

حضرت علامہ مفتی محمد جیش صاحب مفتیٔ نیپال

دامت برکاتہم القدسیہ

کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں آپ ایک متبحر عالم وسیع النظر مفتی، باکمال خطیب، صاحب درس و تدریس ہونے کے ساتھ ہی رموزِ شریعت و اسرارِ طریقت سے واقف کار بھی ہیں۔

مولانا نے زبان و قلم کی خداداد صلاحیتوں سے کام لے کر قوم و ملت کی جو خدمات انجام دی ہیں یقیناً وہ قابل داد و لائق تحسین ہیں۔ موجودہ انقلاب انگیز دور میں جب کہ روحانیت پر مادیت کا غلبہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے

دین ومذہب کی ازلی صداقت اور کتاب وسنت سے ناآشنائی ومسائل شرعیہ سے بے خبری وبے تعلقی کا نتیجہ یہ ہے کہ خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت اور یقین واعتقاد کی متاع عزیز لٹتی جارہی ہے اور شریعت کو طبیعت کے تابع کرنے کا عام رجحان بڑھتا جارہا ہے ایسے پُرآشوب دور میں مولانا نے دین وملت کی خدمت اور قوم کی اصلاح ورہ نمائی کے لیے فتویٰ نویسی کا کام کرکے ایک بہت بڑی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

کثرتِ کار وہجوم افکار نے مولانا کے پورے فتاویٰ کو بالاستیعاب دیکھنے کا موقع نہ دیا پھر بھی کچھ جوابات کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولانا موصوف نے جو کچھ لکھا ہے اس میں کتاب وسنت واقوال ائمہ عظام وفقہائے کرام سے دلائل پیش کرنے کی کامیاب سعی فرمائی ہے۔ آپ نے مسائل متنازعہ فیہ کو دلائل لامعہ وبراہین قاطعہ کے ساتھ نہایت ہی سادہ وعام فہم زبان میں تحریر فرمایا ہے جو لائق مطالعہ ہونے کے ساتھ قابل عمل بھی ہے۔ مولائے قدیر مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق رفیق بخشے اور مولانا کی اس مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان کی ظل عاطفت کو تادیر دائم وقائم رکھے۔

خادم قوم وملت

محمد فضل کریم عفی عنہ

خادم دارالقضا ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ ۶

ہدیۂ تشکر

جدامجد حضرت شیخ
محمد دلاور حسین صدیقی لہنوی
رحمۃ اللہ القوی

و

ابوالجد حضرت شیخ
محمد اکبر علی صدیقی لہنوی
رحمۃ اللہ القوی

و

جدامجد حضرت شیخ الحاج
محمد اصغر علی صدیقی لہنوی
رحمۃ اللہ القوی

و

عم محترم حضرت شیخ
محمد شمس الدین صدیقی لہنوی
علیہ رحمۃ اللہ القوی

و

ولی نعمت استاذ گرامی حضرت شیخ
مولوی محمد جمشید علی صدیقی لہنوی
مدظلہ العالی

ک

و

ولی نعمی حضرت والد ماجد شیخ
محمد ہاشم صاحب صدیقی لہنوی
مدظلہ العالی

و

عم محترم جناب شیخ
محمد سراج الدین صاحب صدیقی لہنوی
مدظلہ العالی

و

برادر مکرم حضرت مولانا
مولوی محمد زبیر احمد صدیقی لہنوی
برکاتی مدظلہ العالی

کے الطاف کریمانہ کا شکریہ ادا کرتے میں
فرحت و انبساط محسوس
کرتا ہوں

جیش محمد صدیقی برکاتی

۷۸۶
۹۲

مقدمہ

اَلحمدُ لِلّٰہِ العلیّ العلیم العظیم والصّلوٰۃ والسّلام علےٰ رسولہ اعلم الخلق الرؤف الرحیم وعلیٰ اٰلہٖ الطیبین الطاہرین واصحابہ المکرمین المعظمین **اَمّا بعد!**

واضح ہو کہ "فتاویٰ **برکات**" مختلف مقامات سے آمدہ سوالات کے جوابات کا ایک مختصر مجموعہ ہے جو مسائل قویہ ر جیحہ مفتی بہا اقوال پر مشتمل ہے۔ اپنے تیئں سوالوں میں غایت درجہ غور و فکر کے بعد آیات قرآنی، احادیث کریمہ، اقوال مجتہدین وعلمائے صالحین کی روشنی میں جوابات معرض تحریر میں آئے ہیں۔ گرچہ قلت وسائل اور کثرت مشاغل، درس وتدریس، اشاعت وتبلیغ، عوام وخواص سے ملاقات یات، جامعہ کے انتظامات، دعوتوں، جلسوں کی شرکت کے باعث کما حقہ اجابت سے معذور رہا۔ تاہم اکثر فتاوے مبرہن ومدلل ہیں — محنت کی ہے غفلت سے کام نہیں لیا ہے۔ باوجود اس کے خطا و نسیان کا احتمال ہے۔ کیونکہ خطا و نسیان انسان کا لازمہ ہے۔ کوئی انسان اس سے بری نہیں۔ میں بھی ایک انسان ہوں۔ اس لیے ناظرین مخلصین سے التماس ہے کہ جہاں خطا و نسیان پائیں تو لعن طعن سے دامن کو داغدار کرنے کی بجائے اصلاح سے کام لیں اور قلیل البضاعت کو اطلاع کریں۔ انشاء المولیٰ سماعت ہوگی۔

عزیز مکرم مولانا احمد حسین برکاتی و مولانا مجیب الرحمٰن برکاتی دونوں جامعہ حنفیہ خورشید جنگ پور کے نیک سیرت نیک خصلت با صلاحیت استاذ نے فتاویٰ کے نقول اور احیاناً دلائل وبراہین کے تفحص وتجسس میں میرا بہت ساتھ دیا ہے اور اس کی اشاعت میں قابل فخر حوصلہ مند جناب سید ولی الدین رضوی

ناظم اعلیٰ الجامعۃ الرضویہ مغلپورہ پٹنہ نے معاونت کی ہے۔ میں ان تینوں اشخاص کا صمیم قلب سے بہت بہت مشکور ہوں اور دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اور انہیں جزائے جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور سب کی دینی و دنیوی مرادیں پوری فرمائے اور ہر آفات و بلیات سے اپنی حفاظت میں رکھے اور اخلاص کے ساتھ خالصًا لوجہٖ اشاعت دین متین کی مزید در مزید توفیق رفیق عطا فرمائے اور اس تالیف کو مقبول انام کردے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہٖ افضل الصلوٰت واکرم التسلیمات وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

امیدوار مغفرت و رحمت بدرگاہ رب العزۃ

جیش محمد صدیقی برکاتی

حوفظ عن المعاصی

۲۶ر ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ

شنبہ

نزیل (پٹنہ)

الدعاء

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (پ ۲)

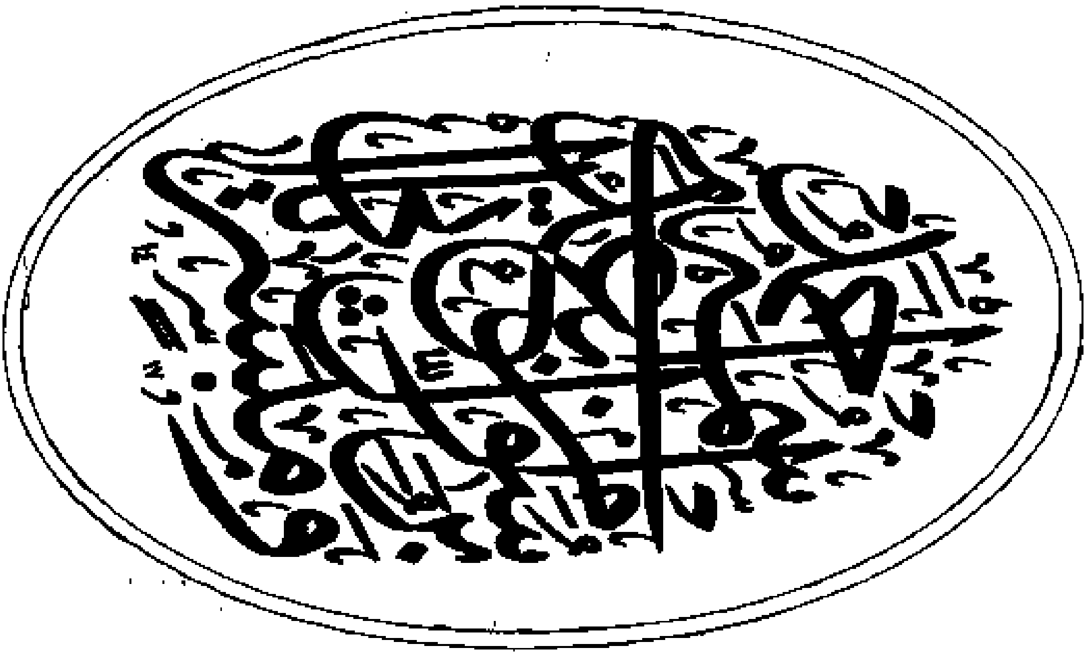
رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۝ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ۝ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ (قرآن پ ۱۶) — رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۝ (قرآن پ ۱۶)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ (حدیث)

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ .... ۹۲ / ۳۱۳ ....

(مسائل نکاح)





۱۔ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد وصال غسل کس نے دیا؟

۲۔ قبر منور کس نے کھودی؟

۳۔ قبر اطہر میں کس نے اتارا

۴۔ غسل واجب اتارنے کے لئے دیا گیا تھا یا کیا غسل جنابت تھا اگر غسل جنابت نہیں تھا تو وجہ غسل کیا ہے؟

۵۔ رسول پاک کے جنازے کی نماز میں یہی دعائے ماثورہ پڑھی گئی تھی جو ان دنوں پڑھی جاتی ہے۔

۶۔ قبر کے سوالات کیا اسی امت کے لئے خاص ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو حضور کی حیات میں یا قبل یہی سوالات ہوتے تھے یا کیا؟

۷۔ کیا نماز میں حضور یہی تشہد پڑھتے تھے جو ہم پڑھتے ہیں؟

المستفتی

محمد زاہد مدرس مدرسہ بجے نگر، 16/3/98 شب آدینہ

الجواب بعون الملک الوہاب وھو الموفق بالصواب

جواب ۱ غسل حضرت امیر المومنین امام الواصلین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دیا کما قال القاضی ابو الفضل عیاض ابن موسیٰ الیحصبی الاندلسی فی الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال غَسَّلْتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (شفا شریف جلد اول ص ۴۱) واخرج ابن سعد والبیہقی عن الشعبی قال غسل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (خصائص کبریٰ جزء ثانی ص ۲۷۵) اسی کتاب مستطاب کے ص ۲۷۶ پر ہے واخرج البیہقی عن علباء ابن احمر قال کان علی والفضل یغسلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع تالیف الامام علاء الدین

ابی بکر ابن مسعود الکاسانی الملقب بملک العلماء المتوفی ۵۸۷ھ کے صفحہ ۳۱۱ پر مسطور ہے روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما توفی غسلہ علی والعباس والفضل ابن العباس و صالح مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ غسل کی سعادت حضرت علی اور حضرت عباس اور فضل ابن عباس و صالح رسول اللہ کے غلام نے حاصل کی رضی اللہ عنہم۔

تواریخ حبیب الٰہ کے صفحہ ۱۴۱ پر ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔ سیرت رسول عربی میں ہے کہ غسل حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دیا اور حضرت عباس و فضل ابن عباس پہلو بدلنے میں مدد کر رہے تھے اور قثم ابن عباس اور اُسامہ اور شقران رضی اللہ عنہم پانی ڈال رہے تھے۔

جواب ۲ قبر انور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کھودی (الجزء الثانی من الخصائص الکبریٰ للشیخ الامام العلامۃ ابی الفضل جلال الدین عبد الرحمٰن ابن ابی بکر السیوطی قدس سرہ العزیز) حیث قال رضی اللہ عنہ فی صفحہ ۲۷۵ واخرج احمد وابن سعد والبیہقی عن ابن عباس قال لما ارادوا ان یحفروا الرسول اللہ کان بالمدینۃ رجلان ابو عبیدۃ یضرح (۱) وابو طلحۃ یلحد فدعا العباس رجلین فارسل احدھما الی ابی عبیدۃ والاٰخر الی ابی طلحۃ قال اللھم خر لرسولک فوجد ابو طلحۃ فجاء فالحد لہ اور تواریخ حبیب الٰہ ۱۴۱ پر بھی قبر کھودنے کی نسبت حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہی جانب ہے۔

جواب ۳ قبر اطہر میں حضرت علی مشکل کشا اور حضرت فضل ابن عباس اور حضرت قثم ابن عباس اور حضرت شقران رضی اللہ عنہم نے اتارنے کا شرف حاصل کیا حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفحہ ۱۱۵ پر ہے وقال ابراھیم ابن سعد قال ابن اسحاق وکان

الذین نزلوا فی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابن ابی طالب الفضل بن عباس وقثم بن العباس وشقران مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی کتابوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اترنے کا بھی ذکر ہے۔

جواب ۴ اطیب الطیبین اطہر الطاہرین سید المتطہرین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل شریف تطہیر کے لیے نہیں تھا رد المحتار ۱/۳۱

وغسلہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس للتطہیر لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان طاہرا حیا ومیتا اور بدایع کے ۳۰۱ پر ہے واما بیان کیفیۃ الغسل فنقول یجرد المیت اذا ارید غسلہ عندنا وقال الشافعی رحمہ اللہ تعالی لایجرد بل یغسل وعلیہ ثوبہ استدلالا بغسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث غسل فی قمیصہ ولنا ان المقصود من الغسل ھو التطہیر ومعنی التطہیر لا یحصل بالغسل وعلیہ الثوب لتنجس الثوب بالغسالات التی تنجست بما علیہ من النجاسات الحقیقیۃ وتعذر عصرہ وحصولہ بالتجرید ابلغ فکان اولی واما غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قمیصہ فقد کان مخصوصا بذالک لعظم حرمتہ فانہ روی انہم لما قصدوا ان ینزعوا قمیصہ قبض اللہ السنۃ علیہم فما فیہم احد الا ضرب ذقنہ علی صدرہ حتی نودوا من ناحیۃ البیت لاتجردوا نبیکم وروی غسلوا نبیکم وعلیہ قمیصہ فدل انہ کان مخصوصا بذالک ولا شرکۃ لنا فی خصائصہ ولان المقصود من التجرید ھو التطہیر وانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان طاہرا حتی قال علی رضی اللہ عنہ حین تولی غسلہ طبت حیا ومیتا اھ وھکذا فی فتح القدیر ۲/۷۵ والکفایہ ۷۵ والعنایہ ۳۰۱ وھکذا فی خصائص الکبری وحجۃ اللہ علی العالمین باختلاف العبارات لکن مفہومہا واحد۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اقدس تو پاک ہر حال میں ہے حالت حیات ہو یا وفات علماء و فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ آپ کے خون، فضلات اور وہ نطفے جس سے آپ کی پیدائش ہوئی سب پاک اور طیب و طاہر ہیں جن کا اکل و شرب امتوں کے لیے جائز و حلال ہی نہیں بلکہ باعث برکت و رحمت بھی ہے۔ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات تالیف شیخ امام محمد مہدی الفاسی کے ص۹ پر ہے۔

واما اسمه صلی الله علیه وسلم (طاهر) فهو الطاهر فی نفسه حسًا ومعنیً المنزه عن کل مالایناسب علی منصبه والطهارة النظافة و النقاء النزاهة والخلوص من العیب اما الطهارة الحسیة فکل شیٔ منه صلی الله علیه وسلم وقد نص العلماء علی طهارة النطفة التی تکون منها صلی الله علیه وسلم ونصوا ایضًا علی ان جسده الطاهر الشریف خارج عن خلاف الذی فی طهارة الجسد الآدمی بعد الموت ونصوا ایضًا علی طهارة جمیع فضلاته وتمامه فی الکتاب واما اسمه صلی الله علیه وسلم طیّبٌ فلاریب انه صلی الله علیه وسلم اطیب الطیبین ولا اطیب منه وحسبك ان عرقه کان اطیب الطیب وکان اذا دخل الخلاء انشقت الارض وابتلعت ما یخرج منه وشمت من مکانه رائحة المسك ولم یطلع علی ما یخرج منه بشرٌ قط وشربت ام ایمن وغیرها بوله صلی الله علیه وسلم غلطا فما وجدت له طعم البول وقد شرب دمه عبد الله ابن زبیر رضی الله تعالی عنهما فتضوع فمه مسکا وبقیت رائحته فی فیه الی ان قتل وقد شرب دمه غیر واحد واستدلوا بتقریره لهم علی ذالك علی طهارة فضلاته وعدوا

ذالك فی خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ وکان لایتسخ لہ ثوب لانہ کان لایبید ومنہ الاطیب وقد قال الفقہاء من قال ان ثوب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسخ یرید بذالك عیبہ، قتل کفراً لاحداً انتہی ملتقطاً وکذا فی الشفاء الشریف والخصائص الکبری وغیرھما باختلاف الالفاظ۔

اور شرح دلائل الخیرات کے ص۲۱ پر حضرت شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں فانہ من ماء طیب طاہر ولم یتنجس ولم یتدنس قط اور اشعۃ اللمعات شریف شرح مشکوٰۃ شریف ص۲ پر حضرت شیخ عبدالحق عارف باللہ برکت مصطفیٰ فی الہند امام المحدثین حامل لواء الحق والدین فرماتے ہیں آوردہ اند کہ شخصے از تشنگان نادانستہ بگمان آب بول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را از ان قدح بخورد وتا زندہ بود بوئے خوش از اندام وے یافتہ می شد یا چند پشت در اولاد او نیز موجود بود اب رہی یہ بات کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طیب وطاہر ہر حال میں ہیں تو غسل کس واسطے دیا گیا تو میں کہوں گا اس کے اسباب بہت ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے غسل شریف کرامۃً ہو یا عالم برزخ میں تشریف لے جانے کے لیے ہو یا موت کے طاری ہونے کی وجہ سے ہو جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے غسل کے بارے میں ردالمحتار ص۶۲۹ پر ہے تغسیل آدم علیہ السلام موت کی وجہ سے تھی یا غسل ادائے حقوق کے لیے ہو یا چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا اوصانی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یغسلہ غیری شفا شریف ص۲۲ اس کی بجاآوری کے لیے ہو غسل شرع شریف میں ہر طرح کی پاکی کے باوجود مشروع ہے جیسے غسل مسنون نماز جمعہ مبارکہ وعیدین واحرام و جبل عرفہ میں اور غسل مندوب مجنون کے لیے جب افاقہ ہو، مغمی علیہ کے لیے اور حجامات کے بعد اور شب برائت وشب عرفہ اور مزدلفہ میں یوم نحر کو دخول منیٰ کے وقت رمی کے لیے،

دخول مکہ شریف کے وقت طواف زیارت کے لیے، نماز کسوف وخسوف کے لیے اور استسقاء و فزع وظلمت اور ریح شدید کے واسطے ایسا ہی دخول مدینہ شریف کے لیے اور میلاد شریف کے مجمع میں جانے کے لیے نیا کپڑا پہننے کے واسطے میت کے غسل کے بعد اور گناہ سے توبہ کرنے والوں کے لیے، سفر سے واپس ہونے والوں کے لیے، وضو پر وضو اسی قبیل سے ہے کہ مقصود تحصیل طہارت نہیں۔

یا ہو سکتا ہے تغسیل حدیث ملٰئکہ علیہم السلام پر عمل کرنے کی بنیاد پر ہو جیسا کہ فتح القدیر کے صفحہ ۶۹ پر یہ حدیث پاک روشن ہے فلما حضرہ الموت نزلت الملٰئکۃ بحنوطہ وکفنہ من الجنۃ فلما مات علیہ السلام غسلوہ بالماء و السدر ثلاثا وجعلوا فی الثالثۃ کافورا وکفنوہ فی وتر من الثیاب وحفروا لہ لحدًا وصلوا علیہ وقالوا ھذہ سنۃ ولد آدم من بعدہ اور کفایہ کے صفحہ ۶۹ پر ہے غسل المیت شریعۃ ماضیۃ لما روی ان آدم علیہ السلام لما قبض نزل جبریل بالملٰئکۃ علیھم السلام وغسلوہ وقالوا لولدہ ھذہ سنۃ موتاکم یا اس لیے غسل دیا گیا تھا کہ غسل دینا واجب ہے زندوں پر جیسا کہ عنایہ کے صفحہ ۶۹ پر امام محقق حافظ مدقق اکمل الدین محمد ابن محمد ابن محمود البابرتی م ۷۸۶ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے وھو واجب علی الاحیاء بالاجماع اور وجوب غسل کے سبب کے بارے میں ارشاد فرمایا واختلفوا فی سبب وجوب الغسل فقیل انما وجب لحدث یحل باسترخاء المفاصل لا لنجاسۃ تحل بہ فان الآدمی لا ینجس بالموت کرامۃ اذ لو تنجس لما طھر بالغسل کسائر الحیوانات وکان الواجب الاقتصار فی الغسل علی اعضاء الوضوء کما فی حال الحیاۃ لکن ذلک انما کان نفیا للحرج فیما یتکرر کل یوم والحدث بسبب الموت لا یتکرر فکان کالجنابۃ لا یکتفی فیھا بغسل الاعضاء

الا بعثہ بل یبقی علی الاصل وھو وجوب غسل جمیع البدن لعدم الحرج ھکذا فی الکفایۃ وفتح القدیر ورد المحتار یا غسل مکلف سے وجوب کو ساقط کرنے کے لیے ہو نہ تحصیل طہارت کے لیے ہو جیسا کہ فتح القدیر میں ہے عن ابی یوسف فی المیت اذا اصابہ المطر او جری علیہ الماء لا ینوب عن الغسل لانا امرنا بالغسل انتھی ولانا لم نقض حقہ بعد وقالوا فی الغریق یغسل ثلاثا فی قول ابی یوسف وعن محمد فی روایۃ ان نوی الغسل عند الاخراج من الماء یغسل مرتین وان لم ینو فثلاثا۔

فتح القدیر کی ان مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اگرچہ سبب غسل نہ پایا جائے پھر بھی میت کو غسل دیا جائے گا۔ طہارت کے لیے نہیں بلکہ اپنا حق ادا کرنے کے لیے۔ یہی زیادہ قرین قیاس اور واضح معلوم ہوتا ہے ردالمحتار صفحہ ۱۰۲ پر منقول عن القہستانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انبیائے کرام کا وضو کسی طرح نہیں جاتا۔ عبارت یہ ہے۔ لا نقض من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی تحقیق ہے کہ نواقض حکمیہ سے نہیں جاتا اور نواقض حقیقیہ سے ان کی عظمت شان کے سبب جاتا رہتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۱۰۴

اقول موت نواقض حکمیہ سے ہے جیسا کہ کفایہ عنایہ فتح القدیر کے مطالعہ سے ظاہر ہے ان مذکورہ بالا دلائل وبراہین سے اظہر من الشمس وابین من الامس ہو گیا کہ سید طاہرین والطیبین امام المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا غسل شریف نہ کسی حدث سے نہ کسی جنابت سے عام میتوں کا غسل بھی جنابت کے سبب نہیں ہے بلکہ استرخاء مفاصل کی وجہ سے ہے اور جنابت کا یہاں تو کوئی معنیٰ نہیں ہے ہدایہ صفحہ ۵۳ پر ہے الجنابۃ فی اللغۃ خروج المنی علی وجہ الشھوۃ اور فتح القدیر صفحہ ۵۶ پر ہے الجنابۃ تتوقف علی خروج المنی ظاھرا او حکما اور بدائع صفحہ ۳۶ پر ہے خروج المنی

عن شہوۃ دفقاً اور کفایہ ص۳۵ پر ہے الجنابۃ حالۃ تحصل عند خروج المنی
علی وجہ الشہوۃ اور فتح القدیر میں الجنابۃ قضاء الشہوۃ بالانزال کفایۃ
ص۷۹ پر عام آدمیوں کے بارے میں ہے والآدمی لاینجس بالموت کرامۃ لہ ولکن یصیر
محدثاً لان الموت سبب لاسترخاء المفاصل وزوال العقل قبل الموت
وانہ حدث فکان یجب ان یکون مقصوراً علی اعضاء الوضوء کما فی حالۃ الحیاۃ
الا ان القیاس فی حالۃ الحیاۃ غسل جمیع البدن فی الحدث کما فی الجنابۃ
فاکتفی بغسل الاعضاء الاربعۃ نفیاً للحرج لانہ یتکرر فی کل یوم والجنابۃ لما
لم تتکرر لم یکتف بغسل الاعضاء الاربعۃ فکذا الحدث بسبب الموت لا
یتکرر فلا یؤدی غسل جمیع البدن الی الحرج فاخذنا بالقیاس۔

جواب۵ جنازہ کی یہ مشہور و معروف دعا نہ پڑھی گئی نہ کوئی امام بنے بلکہ مرد و زن
اور بچے اور غلام سب نے فرداً فرداً گروہ گروہ حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی سعادت حاصل
کی خصائص کبریٰ جلد ثانی ص۲۷۶ پر ہے عن ابن عباس قال لما مات رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ادخل الرجال فصلوا علیہ بغیر امام ارسالاً حتی فرغوا
ثم ادخل النساء فصلین علیہ ثم ادخل الصبیان فصلوا علیہ ثم ادخل العبید
فصلوا علیہ ارسالاً لم یؤمھم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد۔

وعن سہل ابن سعد قال لما ادرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی اکفانہ وضع علی سریرہ ثم وضع علی شفیر حفرتہ ثم کان الناس
یدخلون علیہ رفقاً رفقاً لا یؤمھم احد۔

عن ابن مسعود قال لما ثقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا من
یغسلک یا رسول اللہ قال رجال من اھل بیتی الادنیٰ فالادنیٰ مع ملائکۃ
کثیرۃ یرونکم من حیث لا ترونھم قلنا من یصلی علیک قال اذا غسلتمونی

وحنطتموني وكفنتموني فضعوني على سريري هذا على شفير قبري ثم اخرجوا عني ساعة فان اول من يصلي علي جبريل ثم ميكائيل ثم اسرافيل ثم ملك الموت مع جنود من الملئكة ثم ليصل علي اهل بيتي ثم ادخلوا علي افواجا وفرادى ولا من يدخل قبرك قال اهلي مع ملئكة كثيرين يرونكم من حيث لا ترونهم۔

وعن علي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما وضع على سريره قال علي لا يقوم عليه احد هو امامكم حيا وميتا فكان يدخل الناس رسلا رسلا فيصلون عليه صفا صفا ليس لهم امام يكبرون ويقولون السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته اللهم انا نشهد ان قد بلغ ما انزل اليه ونصح لامته وجاهد في سبيل الله حتى اعز الله دينه ونصح لامته وجاهد في سبيل الله وتمت كلمته اللهم فاجعلنا ممن يتبع ما انزل اليه وثبتنا بعده واجمع بيننا وبينه فيقول الناس امين امين حتى صلى عليه الرجال ثم النساء ثم الصبيان۔

عن ابي حازم المدني ان النبي صلى الله عليه وسلم حين قبضه الله دخل المهاجرون فوجا فوجا يصلون عليه ويخرجون ثم دخلت الانصار على مثل ذلك ثم اهل المدينة حتى اذا فرغ الرجال دخلت النساء۔

اور حجۃ اللہ علی العالمین کے صفحہ پر ہے لما كفن رسول الله صلى الله عليه وسلم ووضع على سريره دخل ابوبكر وعمر فقالا السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته ومعهما نفر من المهاجرين والانصار قدر ما يسع البيت فسلموا كما سلم ابوبكر وعمر وصفوا صفوفا لا يؤمهم عليه احد رواه ابن سعد في الطبقات عن الواقدي۔

اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جنازہ اقدس پر نماز کے باب میں علماء مختلف ہیں ایک کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہوئی بلکہ لوگ گروہ در گروہ حاضر

آتے اور صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اور بیعت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں کہ جب تک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی لوگ فوج فوج آتے اور جنازۂ انور پر نماز پڑھتے جاتے جب بیعت ہولی ولی شرعی صدیق ہوئے۔ انہوں نے جنازۂ مقدس پر نماز پڑھی پھر کسی نے نہ پڑھی۔ فتاوی رضویہ جلد چہارم ص۵۳ لیکن اس باب میں سب کا اتفاق ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام ہی عرض کیے گئے یہ دعائے مشہور نہیں پڑھی گئی۔

جواب ۷ ہاں سوال اسی امت کے لیے خاص ہے۔ یہ بھی سب کے لیے نہیں علامہ فقیہ فہامہ نبیہ خاتمۃ المحققین شیخ محمد امین شہیر بابن عابدین فرماتے ہیں نقل العلقمی فی شرحہ علی الجامع الصغیر ان الراجح ایضاً اختصاص السوال بھذہ الامۃ خلافا لما استظھرہ ابن القیم ونقل ایضا عن الحافظ ابن حجر العسقلانی ان الذی یظھر اختصاص السوال بالمکلف وقال تبعہ علیہ شیخنا یعنی الحافظ السیوطی ثم ذکر ان من لا یسئل ثمانیۃ الشھید والمرابط والمطعون والمیت زمن الطاعون بغیرہ اذا کان صابرا محتسبا والصدیق والاطفال والمیت یوم الجمعۃ اولیلتھا والقاری کل لیلۃ تبارک الملک وبعضھم ضم الیھا السجدۃ والقاری فی مرض موتہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اھ واشار الشارح الی انہ یزاد الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام لانھم اولی من الصدیقین وقال فی الدر المختار والاصح ان الانبیاء لا یسئلون ولا اطفال المومنین وقال فی رد المحتار فقد ذکر الحافظ ابن عبد البران الآثار دلت علی انہ لا یکون الا لمومن او منافق ممن کان منسوبا الی اھل القبلۃ بظاھر الشھادۃ دون الکافر الجاحد وتعقبہ ابن القیم لکن رد علیہ الحافظ السیوطی وقال ما قالہ ابن عبد البر ھو الارجح ولا اقول سواہ۔

رہا یہ کہ حضور پرنور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں یہی سوالات ہوتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں یہی سوالات ہوتے تھے جیسا کہ ظاہر احادیث سے پتہ چلتا ہے مشکوٰۃ شریف ص۲۵ پر ہے عن البراء بن عازب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یاتیہ ملکان فیجلسانہ فیقولان لہ من ربک فیقول ربی اللہ فیقولان لہ مادینک فیقول دینی الاسلام فیقولان ماھذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جواب ۷ ہاں یہی تشہد پڑھتے تھے جیسا کہ فتح القدیر ص۲۷۴ پر عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے قالت ھذا تشھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم التحیات للہ والصلوات الخ اور مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح تالیف رئیس المفسرین امام المحدثین علامہ علی ابن سلطان محمد القاری رحمہ اللہ الباری کے جلد اول ص۵۵۵ پر ہے والمنقول ان تشھدہ علیہ السلام کتشھدنا واما قول الرافعی المنقول انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی تشہدہ اشھد انی رسول اللہ فمردود بانہ لا اصل لہ نقل الخ فی الاحیاء اور عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری تالیف شیخ امام علامہ بدر الدین ابی محمد محمود ابن احمد عینی المتوفی ۸۵۵ھ جلد ششم ص۱۱۳ اما حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فاخرجہ البیھقی فی سننہ عن القاسم عنہا قالت ھذا تشھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم التحیات للہ لیکن درمختار ص۳۷۴ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشہد میں انی رسول اللہ پڑھتے تھے اور ردالمحتار میں اس کو رد کیا ہے۔ فرماتے ہیں نقل ذالک الرافعی من الشافعیۃ وردہ الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیثہ بانہ لا اصل لذالک بل الفاظ التشھد متواترۃ عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ وعبدہ ورسولہ۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ خطبہ کی اذان ثانی کہاں پڑھنی چاہیئے قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں اور نماز پنجگانہ کے لیے منارہ والی اذان کہاں پڑھنی چاہیئے مدلل و مفصل تحریر فرمائیں، دعا گو

رئیس احمد اہلسنت

ملنے کا پتہ لئیق احمد مستری بن بسا کالونی ضلع نینی تال یوپی

الجواب بعون الملک الوھاب

خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے بیرون مسجد دروازے پر ہونی چاہیئے۔

تفسیر روح البیان جلد نہم پارہ اٹھائیس ۲۸ میں خاتمۃ المفسرین قدوۃ ارباب الحقیقۃ والیقین مفخر الاماثل والاکابر الجامع بین البواطن و الظواھر الامام العالم والفاضل والشیخ النحریر الکامل فرید اوانہ و قطب زمانہ منبع جمیع العلوم مولانا و مولی الروم الشیخ اسماعیل حقی البروسی قدس سرہ العالی المتوفی ۱۱۳۷ھ فرماتے ہیں وقد کان لرسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مؤذن واحد فکان اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد فاذا نزل اقام الصلوۃ ثم کان ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما علی ذلک حتی اذا کان عثمان رضی اللہ عنہ وکثرت الناس وتباعدت المنازل زاد مؤذنا آخر فامر بالتاذین الاول علی دار لہ بالسوق یقال لہ الزوراء لیسمع الناس فاذا جلس علی المنبر اذن المؤذن الثانی فاذا نزل اقام للصلوۃ فلم یعب ذالک علیہ اھ

یعنی حضور پرنور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لیے ایک مؤذن تھا تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے تو مؤذن مسجد کے دروازے پر اذان

کہا پھر جب منبر سے نزول فرماتے تو موذن اقامت کہتا پھر امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے اپنے دور خلافت تک یونہی عمل پیرا رہے لیکن جب امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور مسلمانوں کی کثرت ہوئی مکانات محلات دور دور تک پھیل گئے تو اول اذان کا اضافہ فرمایا اور اپنے محل سرائے کے پاس مقام زوراء پر اذان کہنے کا حکم صادر فرمایا تاکہ لوگ سنیں پھر جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تو دوسرا موذن اذان پکارتا پھر جب منبر سے اترتے تو نماز کے لیے اقامت کہتا تو اس اضافہ پر کسی نے بھی اعتراض نہ کیا۔

حضرت العلامۃ قدوۃ الامۃ علم الائمہ ناصر الشریعۃ محی السنۃ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الصوفی المعروف بالخازن تغمدہ اللہ برحمتہ آمین نے اپنی تفسیر خازن جلد رابع ص۲۶۵ پارہ ۲۸ میں اذا نودی للصلوٰۃ کے تحت فرماتے ہیں اراد بھذا النداء الاذان عند قعود الامام علی المنبر للخطبۃ لانہ لم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نداء سواہ کان اذا جلس صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر اذن بلال رضی اللہ عنہ عن السائب بن یزید قال کان النداء یوم الجمعۃ اولہ اذا جلس الامام علی المنبر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر فلما کان عثمان وکثر الناس زاد النداء الثانی علی الزوراء زاد فی روایۃ فثبت الامر علی ذالک ولابی داؤد قال کان یؤذن بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وذکر نحوہ الزوراء موضع عند سوق المدینۃ قریب من المسجد وقیل کان مرتفعاً کالمنارۃ اھ

یعنی اس آیت کریمہ میں نداء سے مراد وہ اذان ہے جو منبر پر خطیب کے بیٹھنے

وقت پکاری جاتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس اذان کے سوا کوئی دوسری اذان نہ تھی یہ اذان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر تشریف رکھنے پر ہوتی تھی۔ (خازن) سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اذان اول روز جمعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور میں امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوا کرتی تھی پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہوئے اور کثرت مسلمانوں کی ہو گئی تو دوسری اذان کا اضافہ مقام زوراء میں کر دیا اور ایک روایت میں اتنا اور ہے امر اب اسی پر مستمر ہو گیا اور ابوداؤد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد کے دروازے پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ گر فرماتے ہی جاتی تھی اور اور لغیہ اس کے مثل ہے الزوراء ایک جگہ کا نام ہے جو مسجد کے قریب مدینہ کے بازار کے پاس ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک مینارہ کی طرح بلند مقام کا نام ہے اور صاوی علی الجلالین جلد چہارم ص۱۷۲ میں حضرت الشیخ العلامۃ العارف باللہ تعالیٰ احمد الصاوی المالکی رضی اللہ عنہ زیر آیت کریمہ مذکورہ فرماتے ہیں المراد بہ الاذان عند جلوس الخطیب علی المنبر وذالک لانہ لم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نداء سواہ فکان لہ مؤذن واحد اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد فاذا نزل اقام الصلوٰۃ ثم کان ابوبکر وعمر وعلی بالکوفۃ علی ذالک حتی کان عثمان وکثر الناس وتباعدت المنازل زاد اذانا آخر فامر بالتاذین اولاً علی دارہ التی تسمی بالزوراء فاذا سمعوا اقبلوا حتی جلس علی المنبر اذن المؤذن ثانیا ولم یخالفہ احد فی ذالک الوقت لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی اھ اور صحیح البخاری شریف جلد اول جزء رابع ص۱۲۴ باب الاذان یوم الجمعۃ میں ہے حدثنا آدم قال حدثنا ابن ابی ذئب عن الزہری

عن السائب بن یزید قال کان النداء یوم الجمعۃ اولہ اذا جلس الامام علی المنبر علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر فلما کان عثمان وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء وقال ابو عبد اللہ الزوراء موضع بالسوق بالمدینۃ اور اس حدیث شریف کو صاحب مشکوٰۃ المصابیح حضرت علامہ مولانا الشیخ ولی الدین محمد ابن عبد اللہ خطیب تبریزی نے بھی مشکوٰۃ شریف کے ص۱۲۳ میں نقل فرمایا ہے اور صحیح ابوداؤد شریف جلد اول ص۱۵۵ میں یہی حدیث یوں مروی ہے عن السائب بن یزید قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر و عمر یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن منبر پر جلوس فرماتے تو آمنے سامنے بیرون مسجد دروازہ پر اذان پکاری جاتی تھی۔

فتح القدیر جلد اول باب الاذان ص۲۱۵ پر محقق علی الاطلاق الامام العلامۃ الشیخ کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود السیواسی ثم السکندری المعروف بابن ہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ فرماتے ہیں اما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لایؤذن فی المسجد اھ یعنی اذان اذان خانہ پر ہو اور اگر اذان خانہ نہ ہو تو مسجد کے باہر ہو اور فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ مسجد کے اندر اذان نہ کہی جائے اور اسی کتاب مستطاب کے باب الجمعۃ ص۲۹ پر ہے وھو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراہۃ الاذان فی داخلہ اھ

اور بدائع الصنائع ص۱۴۹ پر حضرۃ الشیخ العلامۃ سیدنا علاء الدین ابی بکر ابن مسعود الکاسانی الحنفی الملقب بملک العلماء المتوفی ۵۸۷ھ فرماتے ہیں ولہذا کان الافضل ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران کالمئذنۃ

ونحوھا اھ اور اسی کے ص۱۵۲ پر ہے والصحیح قول العامة لماروی عن السائب بن یزید انہ قال کان الاذان یوم الجمعة علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علی عھد ابی بکر و عمر رضی اللہ عنھما اذانا واحدا حین یجلس الامام علی المنبر فلما کانت خلافة عثمان رضی اللہ عنہ وکثر الناس امر عثمان رضی اللہ عنہ بالاذان الثانی علی الزوراء وھی المنارة وقیل اسم موضع بالمدینة اھ اور ردالمحتار ص۲۸۳ پر حضرت علامہ شیخ فقیہ عصر وحید دھر محمد امین شہیر بابن عابدین فرماتے ہیں فی القنیة ویسن الاذان فی موضع عال والاقامة علی الارض فی اذان المغرب اختلاف المشائخ والظاھر انہ یسن المکان العالی فی المغرب ایضا کما سیاتی وفی السراج وینبغی للمؤذن ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران ویرفع صوتہ ولا یجھد نفسہ لانہ یتضرر اھ بحر

اور اسی میں ہے ولم تکن فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم مئذنة بحر ۳
قلت وفی شرح الشیخ اسماعیل عن الاوائل للسیوطی ان اول من رقی منارة مصر للاذان شرحبیل بن عامر المرادی وبنی سلمة المنابر للاذان بامر معاویة ولم تکن قبل ذلک وقال ابن سعد بالسند الی ام زید بن ثابت کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن فوقہ من اول ما اذن الی ان بنی رسول اللہ صلی اللہ مسجدہ فکان یؤذن بعد علی ظھر المسجد قد رفع لہ شیئ فوق ظھرہ۔

یعنی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں اذان خانہ نہ تھا اور حضرت شیخ اسمٰعیل کی شرح میں امام سیوطی علیہ الرحمۃ کے اوائل سے منقول ہے کہ اول جو شخص مصر کے منارہ پر اذان کے لیے چڑھا وہ شرحبیل ابن عامر مرادی ہیں اور سلمہ نے حضرت معاویہ کے

حکم سے اذان خانے بنائے اور اس سے قبل وہ نہ تھا اور ابن سعد نے سند کے ساتھ ام زید ابن ثابت تک بیان کرتے ہوئے بتایا کہ فرماتی ہیں کہ مسجد کے قریب دیوار کے گھروں میں میرا گھر سب سے بلند تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ ابتدائے اذان کے وقت اس کے اوپر اذان کہتے تھے یہاں تک کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مسجد بنوائی پھر اسی مسجد کے اوپر اذان ہونے لگی اور اس کے لیے اس کے اوپر کوئی چیز بلند کردی گئی تھی اور ہدایہ کے حاشیہ صلے پر ہے وروی ابن عمرو عن ابی بردۃ الاسلمی قال من السنۃ الاذان فی المنارۃ والاقامۃ فی المسجد یعنی ابن عمر ابی بردہ اسلمی سے راوی کہ منارہ پر اذان سنت سے ہے اور اقامت اندرون مسجد اور اسی کے حاشیہ پر ہے وس وی غیرہ ان الاذان فی زمنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان علی اسطوانۃ فی دار عبد اللہ ابن عمر التی فی قبلۃ المسجد قال ابن زبالۃ حدثنی محمد ابن اسماعیل وغیرہ قال کان فی دار عبد اللہ بن عمر اسطوانۃ فی قبلۃ المسجد یؤذن علیھا بلال یرقی علیھا اور شرح وقایہ کے حاشیہ ص۲۰۲ پر ہے فی کتاب المدخل لابن الحاج محمد المالکی السنۃ فی اذان الجمعۃ اذا صعد الامام علی المنبر ان یکون المؤذن علی المنار کذالک فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر ثم زاد عثمان اذانا اخر بالزوراء وابقی الاذان الذی کان علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنار والخطیب علی المنبر اذ ذاک اھ

یعنی ابن حاج مالکی کی کتاب مدخل میں ہے کہ جمعہ کی اذان میں سنت جب امام منبر پر جائے یہ ہے کہ مؤذن منارہ پر ہو ایسا ہی تھا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مقام زوراء پر ایک دوسری اذان کا اضافہ فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منارہ پر خطیب کے منبر پر ہوتے وقت ہونے والی اذان کو برقرار رکھا اور حاشیہ مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ص۱۳۸ پر مذکور ہے وعند

الطبرانی کان یؤذن بلال علی باب المسجد علی عھد رسول اللہ وابی بکر وعمر فلما کان عثمان ای خلیفۃ وکثر الناس زاد الندا الثالث ولابن خزیمۃ فامر عثمان بالاذان الاول ولا منافات بینھما لانہ باعتبار کونہ مزیدا یسمی ثالثا وباعتبار کونہ مقدما یسمی اولا۔

یعنی طبرانی کے نزدیک حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے عہد مبارک میں مسجد کے دروازہ پر اذان پکارتے تھے پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلافت کا زمانہ آیا اور لوگ زیادہ ہوگئے تو تیسری اذان بڑھادی اور ابن خزیمہ کے لیے ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اذان اول کا حکم فرمایا اور ایک ہی اذان کو ثالت اور اول کہنے میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ اسکو اذان واقامت پر زیادہ ہونے کے اعتبار سے ثالث کہا جاتا ہے اور مقدم ہونے کے لحاظ سے اوّل کہا جاتا ہے اور ابوداؤد شریف جلد اول باب الاذان فوق المنارۃ ص۹۳ پر عن عروۃ ابن الزبیر عن امرأۃ من بنی نجار قالت کان بیتی من اطول بیت کان حول المسجد فکان بلال یؤذن علیہ الفجر اور عالمگیری جلد اول ص۲۹ پر ہے وینبغی ان یوذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد کذا فی فتاویٰ قاضی خان والسنۃ ان یؤذن فی موضع عال یکون اسمع لجیرانہ ویرفع صوتہ ولا یجھد نفسہ کذا البحر الرائق۔

اذان خانہ پر اذان کہنا مناسب ہے یا خارج مسجد لیکن مسجد میں اذان نہ کہے فتاویٰ قاضی خان میں یونہی مذکور ہے اور سنت کسی بلند جگہ پر اذان کہنا ہے جہاں سے اس کے پڑوسی بخوبی سن سکیں اور مؤذن اپنی آواز بلند کرے۔ اور اپنے نفس پر مشقت نہ ڈالے۔ بحر الرائق میں ایسے ہی مرقوم ہے۔ مذکورہ بالا تفاسیر واحادیث کریمہ واقوال ائمہ کی روشنی میں خوب خوب واضح اور ظاہر ہوگیا کہ خطبہ کی اذان بیرون مسجد دروازہ پر ہو اور اذان پنجگانہ منارہ پر ہو۔ منارہ نہ ہو تو خارج مسجد کسی بلند جگہ پر ہو اس کے لیے جہت متعین نہیں ہے ہاں جس طرف مکانوں

کی آبادی زیادہ ہو اس طرف سے اذان دینا مناسب ہے کہ نظر فقہی میں یہی انسب ہے۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

۲۶ محرم ۱۴۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو دو سال قبل اپنی زوجیت سے خارج کر دیا اب دونوں رجعت چاہتے ہیں تحقیق کرنے پر زید دو طلاق کا اقرار کرتا ہے شریعت کا کیا حکم ہے؟

پھل محمد باسوپٹی مدھوبنی بہار

۲۵ محرم ۱۴۰۷ھ

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مستفسرہ میں اگر واقعی زید نے دو ہی طلاق دی ہے تو رجعت کر سکتا ہے اگر عدت پوری نہ ہوئی ہے اور اگر عدت پوری ہو گئی تو از سر نو نکاح کرنا ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

۲۵ محرم ۱۴۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ میری لڑکی مسمّٰی روشن جہاں کی شادی آج سے تقریباً پانچ چھ سال قبل محمد شہادت ابن محمد دین سے ہوئی۔ اس اثنا میں دختر اپنے سسرال گئی اور آئی بتاریخ ۰ ارجنوری ۱۹۸۶ء کو محمد شہادت ابن محمد دین نے میرے نام ایک خط لکھا جس میں مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کیا۔

"لیکن لڑکی سے ہم کو کوئی ضرورت نہیں شادی خرچ اور بیٹی کو چھٹی طلاق لے جانے کی کوشش کیجئے۔ آپ چاہیں تو اپنی لڑکی کی دس شادی کر سکتے ہیں۔ اور دوسرے خط میں یہ لکھا۔ میں آپ کی لڑکی کو پسند نہیں کرتا۔"

اب حضور والا سے دریافت یہ ہے کہ مذکورہ بالا الفاظ کے تحریر کرنے سے کیا میری لڑکی

اس کے نکاح سے پورے طور پر نکل گئی ؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ شخص مذکور فرقہ باطلہ دیوبندی سے تعلق رکھتا ہے اور اپنے آپ کو دیوبندی ہی کہتا ہے۔ بینوا وتوجروا

المستفتی محمد یعقوب انصاری سکھونا ضلع سیتامڑھی بہار

۱۵ ر مئی ۱۴۰۶ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

دیوبندیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی سے درست نہیں آپ اپنی لڑکی کا نکاح کسی سنی صحیح العقیدہ سے کر دیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ در ارضاہ عنا فتاوی رضویہ جلد پنجم میں تحریر فرماتے ہیں۔ حنفی اگر اس میں مبتلا ہو تو اپنی لڑکی اسی دعوے سے واپس لے کر نکاح ہوا ہی نہیں۔ بالفرض نکاح ہوتا بھی تو روشن جہاں نکاح سے نکل جاتی کہ خطوط کے بعض الفاظ نکاح کے منافی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید وبکر کا ایک نکاح کی مجلس میں اجتماع ہو گیا اور دونوں ایک ہی بستی کے رہنے والے ہیں زید سے حاضرین مجلس نے کہا نکاح پڑھائیے زید بلا ولی کی اجازت کے نکاح خوانی کے لیے کھڑا ہو گیا بعد ولی نے بکر کو نکاح خوانی کے لیے اجازت دی اور بکر نے پڑھایا زید خاموش رہا۔

پھر دوسرے دن زید وبکر کا ایک میلاد شریف کی مجلس میں اجتماع ہوا تو بکر نے زید کی جانب اشارۃً دوران تقریر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مکتب کا عالم مدرسہ کے عالم کی عزت وتعظیم نہیں کرتا۔ مکتب کا عالم عالم نہیں لمبی ڈاڑھی اور لمبا کرتا پہن لینے سے کوئی عالم نہیں کہلاتا حالانکہ بکر خود اس معیار کا نہیں بکر کا اس طرح قوم سے خطاب کرنا صرف تحقیراً وتذلیلاً تھا لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔ ولکم الشکر والتحیات

مخلص محمد داؤد مدرسہ غریب نواز میتھانی بازار ۱۸ مئی ۱۴۰۶ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

ایذائے مسلم بے وجہ شرعی حرام قطعی ہے خداوند ذوالجلال کا ارشاد گرامی قرآن عظیم میں ہے والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا و اثما مبینا اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کیے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔ اور حدیث شریف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے بلا شبہ مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بلا شک اس نے اللہ جل مجدہ کو ایذا دی۔ ایک دوسری حدیث شریف میں ہے لیس منا من غش مسلما او ضرہ او ماکرہ یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہماری جماعت سے وہ نہیں ہے جو کسی مسلمان کو دھوکا دے یا نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ بہ مکر پیش آئے۔ کسی مرد مومن کی تحقیر یا تذلیل ایذا رسانی ہے اس پر شریعت میں عذاب الیم کی وعید شدید ہے بلکہ ان لوگوں پر بھی عذاب و عقاب کا وعدہ ہے جن لوگوں کے سامنے کسی مسلمان کو ذلیل کیا گیا اور وہ لوگ خاموش رہے اور ذلیل کرنے والے کو باوصف قدرت ارتکاب تذلیل سے باز نہیں رکھا۔

حدیث شریف میں ہے من اذل عندہ مومن فلم ینصرہ وھو یقدر علی ان ینصرہ اذلہ اللہ علی رؤس الاشہاد یوم القیامۃ یعنی جس کے نزدیک کسی مومن کی تذلیل ہوئی وہ شخص قدرت کے باوجود اس کی مدد نہ کی تو خداوند ذوالجلال روز قیامت برملا اس کو رسوا کرے گا العیاذ باللہ بکر کا زید سے جھگڑا چاہنا اور اس کو ذلیل کرنا اس کی تحقیر کرنی ظلم ہے۔ حکم شرع کے خلاف۔ حدود خداوندی سے تجاوز کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا ایک اور مقام پر قرآن عظیم میں الا لعنۃ اللہ علی الظلمین اور بخاری شریف کی حدیث میں ہے الظلم ظلمات یوم القیامۃ یعنی ظلم کرنے والا قیامت کے دن سخت

مصیبتوں اور تاریکیوں میں گھرا ہوا ہوگا اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے تمہیں معلوم ہے کہ مفلس کون ہے لوگوں نے عرض کی ہم میں مفلس وہ ہے کہ اس کے پاس روپیہ ہے نہ متاع فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے کہ قیامت کے دن نماز روزہ زکوٰۃ لیکر آئے گا اور اس طرح آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہے کسی پر تہمت لگائی ہے۔ کسی کا مال کھالیا ہے۔ کسی کا خون بہایا ہے کسی کو مارا ہے۔ لہٰذا اسکی نیکیاں اس کو دیدی جائے گی پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے اللہ ظلم کو ڈھیل دیتا ہے مگر جب پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں معاذاللہ! حاضرین مجلس کے کہنے پر زید نکاح پڑھانے کو کھڑا ہوا اور نکاح پڑھانے کا مستحق تھا۔ فاسق فاجر وہابی دیوبندی خذلہم المولیٰ تعالیٰ نہ تھا تو تقاضائے مکارم اخلاق والفت ومحبت یہ تھا کہ بکر کہتا کہ وہی پڑھائیں ولی سے درخواست کرتا کہ زید کو ہی اجازت دیں کہ نکاح پڑھا دیں کہ نکاح تو کوئی سنی غیر فاسق پڑھا سکتا ہے بلکہ صحت نکاح کے لیے یہ بھی شرط نہیں کہ وہ غیر فاسق ہو فاسق سے نکاح اس لیے پڑھوانا منع ہے کہ اس میں اس کی تعظیم ہوتی ہے اور فاسق کی تعظیم سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ غالباً بکر نے نکاح خوانی کے چند سکے کی لالچ یا عوام الناس پر اپنی برتری کے اظہار یا زید کو حقیر وذلیل کرنے کے لیے یا اپنی عزت وعظمت چاہنے کے لیے مکارم اخلاق کو فراموش کر گیا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ محفل میلاد میں برملا اپنے چھپے حسد کا اعلان کر دیا اپنے کو مدرسہ کا عالم بتا کر مکتب کے عالم کو حقیر بتایا یہ سب ناجائز وحرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قال انا عالم فھو جاھل جو اپنے آپ کو عالم کہے وہ جاہل ہے اور قرآن شریف میں ہے فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ ؕ تو آپ اپنی جانوں کو اچھا نہ کہو خدا خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہے اور دوسرے مقام پر قرآن حکیم میں ہے۔ الم تر الی الذین یزکون انفسھم بل اللہ یزکی من یشاء کیا تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جو آپ اپنی جان کو ستھرا بتاتے ہیں بلکہ خدا ستھرا کرتا ہے جسے چاہے اور اپنے آپ کو ستھرا بتانا اور بہتر سمجھنا تکبر ہے اور اس کے لیے یہی آیت کافی ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے الیس فی جھنم

مثوی للمتکبرین کیا نہیں ہے دوزخ میں ٹھکانہ تکبر کرنے والوں کا یعنی ضرور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کیا جہنم والوں کی خبر نہ دوں؟ وہ سخت گو اور سخت خو تکبر کرنے والے ہیں یعنی اپنے کو اچھا سمجھنے والے دوسروں کو حقیر جاننے والے اور ایذا پہنچانے والے جہنمی ہیں اور تکبر حسد سے پیدا ہوتا ہے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حسد سے دور رہنے کا حکم فرمایا ہے ارشاد ہے ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب اوقال العشب یعنی حسد سے باز رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

دوسری حدیث میں الحسد یفسد الایمان کما یفسد الصبر العسل حسد ایمان کو اس طرح بگاڑتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو بگاڑتا ہے ایک اور حدیث میں ہے لا یجتمع فی جوف عبد الایمان والحسد یعنی بندہ کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہ ہوں گے۔ صحیح بخاری شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں نہ حسد کرو نہ بغض کرو نہ پیٹھ پیچھے برائی کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو کر رہو۔ امام احمد و ترمذی نے زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگلی امت کی بیماری تمہاری طرف بھی آئی وہ بیماری حسد اور بغض ہے وہ مونڈنے والا ہے دین کو مونڈتا ہے بالوں کو نہیں مونڈتا۔ قسم ہے اسکی جس کے ہاتھوں میں محمد کی جان ہے صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں نہ جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور مومن نہ ہو گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو الخ

قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حسد و تکبر کی بہت مذمت وارد ہوئی ہے خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی پناہ میں رکھے آمین!

سائل نے تحریر کیا ہے کہ زید و بکر ایک گاؤں کا ہے گویا اس کا پڑوسی ہے اور پڑوسی کے

حقوق کے متعلق قرآن حکیم کا ارشاد ہے واعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربٰی والیتمٰی والمساکین والجار ذی القربٰی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللّٰہ لا یحب من کان مختالا فخورا اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسایہ اور دور کے ہمسایہ اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنے باندی اور غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم وہ مومن نہیں خدا کی قسم وہ مومن نہیں خدا کی قسم وہ مومن نہیں عرض کی گئی کون؟ یا رسول اللہ! فرمایا وہ شخص کہ اس کے پڑوسی اس کی آفتوں سے محفوظ نہ ہوں۔ یعنی جو اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتا ہے اور صحیح مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جنت میں نہ جائیگا، جس کا پڑوسی اس کی آفتوں سے امن میں نہ ہو۔

عالم کے لیے علم ہونا چاہیئے مکتب اور مدرسہ میں ہونا کوئی چیز نہیں بلکہ سند بھی کوئی چیز نہیں بہتیرے سند یافتہ محض بے بہرہ ہوتے ہیں اور جنہوں نے سند نہ لی ان کی شاگردی کی لیاقت بھی ان سند یافتوں میں نہیں ہوتی۔ بعض ایسے بھی ہیں جو نہ مدرسہ میں ہے نہ مکتب میں اور صدہا فارغ التحصیلوں سے علوم میں زائد ہیں عالم قرآن و حدیث کے ضروری مسائل کو جاننے والے اور اس کے مطابق عمل کرنے والے کو کہتے ہیں عالم جو بھی ہو چاہے مکتب یا مدرسہ کا ہو یا نہ ہو قابل تعظیم و تکریم ہے اہانت فسق ہے بکر توبہ کرے زید سے معافی مانگے ڈینگیں چھوڑے حدیث میں ہے جس کا علم بڑھے اور دنیا کی بے رغبتی نہ بڑھے تو اللہ دوری بڑھا دے گا اور عہد کرے کبھی کسی کی بلا وجہ شرعی اپنے نفس کی خاطر دل آزاری نہ کرے گا۔ حضرت فضیل نے فرمایا کہ کتے اور سور کو

ناحق ایذا دینا حلال نہیں تو مومنین و مومنات کو ایذا دینا کس طرح بدترین جرم ہے اللہ ہدایت دے

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۲ رجب ۱۴۰۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو میں پورا عضو تین بار اور تین

سے زائد اور تین بار سے کم دھونا کیسا ہے مجھے پورا عضو تین بار دھو لینے پر بھی تشفی نہیں ہوتی

کیا مجھے تین بار سے زیادہ دھونے کی اجازت ہے جواب بحوالہ کتب مع صفحہ عنایت فرمائیں

سائل

محمد ظہیر الدین عفی عنہ علی پٹی مورخہ ۱۲ رجب ۱۳۹۶ھ

الجواب بعون الملک الوہاب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب وضو میں جو اعضا دھونے کے ہیں انہیں تین مرتبہ دھونا

سنت ہے وعلیہ الاکثر وعلیہ الجمھور فقہ کی عند الحنفیہ مانی ہوئی کتاب

مستطاب الھدایہ کے صفحہ ششم پر بصراحت مذکور ہے تکرار الغسل الی الثلث

اور کنز الدقائق صفحہ ۶ سطر ۳ پر مسطور ہے تثلیث الغسل اسی کے تحت کنز کے حاشیہ

پر تحریر ہے تکرارہ ثلاثا سنۃ یہی حکم یعنی اعضائے مغسولہ کو تین تین بار بالشرط اسباغ

و اکمال دھونا سنت ہے وقایہ شرح وقایہ ص۶ قدوری ص۳ نور الایضاح ص

منیۃ المصلی ص۶ بہار شریعت ص۱۷ حصہ دوم غرض عامہ کتب فقہ میں موجود ہے۔

اور ایک مرتبہ دھونا فرض ہے۔ اس طرح پر کہ عضو کے ہر ہر حصے پر پانی کا بہاؤ ہو جائے اگر کچھ

بھی رہ گیا مثلاً بالوں کی جڑوں پر پانی بہہ گیا اور ابھی بال کی نوک پر نہ بہا تو وضو نہ ہوا اور اگر

بہا بھی تو ایک آدھ قطرہ تو اس سے بھی وضو ادا نہ ہوگا۔ اس امر کا لحاظ نہایت ضروری ہے

بعض جہلا بلکہ علم و دانش کا دعویٰ کرنے والے جو اپنے کو علماء کہلاتے ہیں ان میں کے بھی

بعض غفلت کے شکار ہیں۔ چلو میں پانی لے کر عضو کے کسی حصہ پر ڈال دیا کچھ پر پانی بہہ گیا پھر

ہاتھ پورے عضو پہ پھیر لیا ایسے ہی دوسرا تیسرا چلو لیکر ہاتھ پھیر لیا اور سمجھا کہ تین مرتبہ ہو گیا حالانکہ ایک مرتبہ بھی نہ ہوا اس میں چلو کی گنتی نہیں بلکہ پورے عضو کے دھونے کی گنتی ہے کہ وہ تین تین مرتبہ ہو گرچہ کتنے ہی چلوؤں سے ہو اور ہر مرتبہ پورے عضو پر پانی کا بہاؤ ہو جائے دھونے میں کسی بال کی نوک بھی اگر رہ گئی اور صرف بھیگا اور پانی نہ بہا تو وضو نہ ہوگا ھدایہ کتاب الطھارات میں ہے الغسل اسالۃ الماء یعنی دھونے کا معنی پانی کا عضو پر بہانا ہے نہ صرف عضو کو بھگانا اور تیل کی طرح چپڑنا اور شرح وقایہ کے حاشیہ پر غسل کا معنی ازالۃ الوسخ باجرار الماء یعنی پانی بہا کر میل کچیل صاف کرنا دھونے کا معنیٰ ہے۔ ھدایہ کے حاشیہ پر عرب کا ایک محاورہ پیش کیا ہے کہ جب بارش ہو اور پانی زمین کے خس و خاشاک کو بہالے جائے تو اس موقع پر عرب بولتے ہیں غسلت المطر الارض یعنی بارش نے زمین کو دھو دیا۔ بہار شریعت حصہ دوم میں صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ناک یا آنکھ یا بھوؤں پر چلو ڈال کر سارے منہ پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ منہ دھل گیا حالانکہ پانی اوپر چڑھنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس طرح دھونے میں منہ نہیں دھلتا اور وضو نہیں ہوتا اور دو مرتبہ دھونے کو بھی بعض حضرات نے سنت لکھا ہے حاشیہ ھدایہ میں تکرار الغسل کے تحت لکھا ہے ان الاولیٰ فریضۃ والثانیۃ سنۃ والثالثۃ فضیلۃ یعنی ایک بار دھونا فرض ہے اور دو بار دھونا سنت ہے اور تین بار دھونا فضیلت ہے اور کنز میں تثلیث الغسل سے متعلق حاشیہ پر مسطور ہے لکن المراد منہ ان الاولیٰ رکن والثانیۃ والثالثۃ سنۃ وھٰذا ھو الصحیح یعنی اول رکن دوم و سوم سنت ہے اور منیۃ المصلی کے حاشیہ ششم پر ایک طویل گفتگو کے بعد تحریر ہے ثم المرۃ الاولیٰ فرض والثانیۃ سنۃ والثالثۃ دونھا فی الفضیلۃ وقیل الثانیۃ سنۃ والثالثۃ اکمال السنۃ یعنی پہلی مرتبہ فرض ہے دوسرا سنت ہے اور تیسرا فضیلت میں دوسری سے بڑھ کر ہے اور

کیا گیا ہے دو مرتبہ دھونا سنت ہے اور تین مرتبہ کمال سنت ہے۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو شاگرد رشید امام الائمہ کشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں اپنے مؤطا شریف میں ایک حدیث نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں الوضوء ثلاثا ثلاثا افضل والاثنان یجزیان والواحدۃ اذا اسبغت تجزئ ایضاً وھو قول ابی حنیفۃ۔

یعنی تین تین مرتبہ وضو کرنا افضل ہے اور دو دو مرتبہ کفایت کرے گا اور ایک ایک مرتبہ بشرط اسباغ کیا تو نیز کافی ہے اور یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے مگر جمہور فقہاء کا فتویٰ اس پر ہے کہ تین سے زیادہ یا کم بلا ضرورت نہیں کرنا چاہیے۔ حال ضرورت کے باعث کم و بیش کر دیا تو حرج نہیں ہے۔

کنز الدقائق کے حاشیہ ششم پر ہے لو زاد لطمانیۃ القلب عند الشك او نقص لحاجتہ فلا باس بہ یعنی اگر تین پر زیادہ کر دیا شک کے وقت یا کسی ضرورت کے باعث تین سے کم کر دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور منیۃ المصلی کے حاشیہ پر تحریر ہے یکرہ الزیادۃ علی الثلاث الا لضرورۃ، طمانیۃ القلب عند حصول الشك یعنی شک کے حصول کے وقت قلب کے اطمینان کی خاطر تین پر زیادہ کرنا مکروہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے۔

ھدایۃ کے صفحہ ہفتم اور حواشی نمبر ششم پر لعدم رویتہ کے تحت محشی نے ترقیم کی ہے فلو رأی الاولی او قصد الوضوء علی الوضوء او لطمانیۃ القلب عند الشك فلا باس بہ یعنی اگر تین مرتبہ دھونے کو سنت اعتقاد کرتا ہے اور تین پر زیادہ اطمینان قلب کے واسطے شک کے موقع سے کرتا ہے تو اس میں کسی طرح کا حرج نہیں ہے یا وضوء علی الوضوء کے ارادہ سے تین پر بڑھایا جب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ بعض حضرات خواہ مخواہ اسراف و فضول خرچی کا دعویٰ کر دیتے ہیں۔ دعویٰ ہی نہیں

بلکہ فتویٰ دیتے ہیں جب تک حسن نیت ہو ہرگز فضول میں داخل نہ ہوگا۔ فضول خرچی کا مسئلہ تو وہابیہ دیابنہ وغیرہما فرقۂ باطلہ خذلہم اللہ تعالیٰ کو آج تک سمجھ میں نہیں آیا۔ موم کی بتی جلائیں تو فضول خرچی، اگر کی بتی جلائیں تو اسراف، عود کی دھونی دیں تو ممنوع، تقسیم شیرینی ہو تو ناجائز۔ ہم اہلسنت وجماعت کو بفضلہ تبارک وتعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ علیہ اکمل الصلوات وازکی التحیات مسئلہ اسراف کتاب وسنت کے مطابق خوب سمجھ میں آیا ہے۔ صلاح وفلاح کی خاطر اصلاح ابدان بلکہ تزئین مکان وبلدان کی خاطر صرف کیا جائے جب بھی فضول خرچی نہ ہوگا سب اپنی جگہ محقق ومشرح ہیں اگر قلم کا رُخ اس طرف پھیر دیا جائے تو ایک کتابچہ ہو جائے۔ ہاں بلا وجہ صرف ضرور فضول ہے۔ یہاں تک کہ فقہاء نے فرمایا ہے چلّو میں پانی لیتے وقت خیال رکھیں۔ اتنا پانی نہ لیں کہ چلّو سے گرے کہ اسراف ہوگا۔ اسی طرح ضرورت سے زیادہ پانی لینا اسراف میں داخل ہوگا۔ مثلاً ناک میں پانی ڈالنے کے لیے آدھا چلّو پانی کافی ہوگا تو پورا چلّو نہ لیں کہ اسراف ہوگا۔ مگر اتنا کم خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو مکروہ ہے خود عاصی پر معاصی نے اپنی آنکھوں سے ایسے بہتیرے حضرات کو دیکھا ہے کہ دوسرے کاموں میں تو بخوبی پانی خرچ کرتے ہیں اصلاً لحاظ وپاس اسراف کا نہیں کرتے مگر جب وضو وغسل کی باری آتی ہے تو ان سے کہا جائے بطریق اسباغ واکمال کیجیے تو کہنے لگتے ہیں یہ فضول خرچی ہے۔

خداوند کریم جل وعلیٰ اپنے حبیب مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین افضل صلوٰۃ رب السموات والارضین قلیل البضاعت نے جو کچھ تحریر کیا عاملین کے لیے کافی ووافی ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اجل واتم واحکم وھو المولیٰ والموفق للسداد ومنہ الھدایۃ والرشاد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی لڑکی ہندہ کی شادی بکر سے تقریباً دو برس پہلے ہو چکی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بکر دیوبندی ہے اور دیوبندی مسلک سے ہی تعلق رکھتا ہے بلکہ بکر کے گاؤں والے ایسے ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں یعنی دیوبندی مسلک سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ عرض خدمت یہ ہے کہ ہم سُنّی صحیح العقیدہ ہیں لہٰذا اس بکر سے ہندہ کو کس طرح واپس لیں طلاق کے ذریعہ سے یا کس طرح واپس لیکر دوسری جگہ سنی صحیح العقیدہ میں شادی کر دیں۔ جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں بہت بہت شکریہ ہوگا جواب مدلل بالتفصیل تحریر فرمائیں بینوا و توجروا۔

مرسلہ

شمس الحق مقام لٹھیا پوسٹ کھوتا ضلع مدھوبنی بہار

۲۹ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

فی الحقیقت فرقۂ دیوبندیہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ نکاح کے صالح نہیں ان کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا۔ ایک سو سے زائد علمائے حرمین شریفین مکہ معظمہ مدینہ منورہ زادھما اللہ تعالیٰ شرفاً و تکریماً نے علمائے دیوبند کی کتابیں حفظ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ کی کفریہ عبارتوں کو پڑھ کر بچشم خود دیکھ کر ان پر اور ان کے اذناب و اتباع پر بالاتفاق حکم کفر و ارتداد صادر فرمایا اور مہر تصدیق ثبت کر دی کہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنے، ان کے پاس بیٹھنے، ان سے بات چیت کرنے، ان کے ہاتھوں کا ذبیحہ کھانے، ان کے پیچھے نماز پڑھنے اور ان کے جنازے کی نماز پڑھنے، غرض سارے معاملات میں ان کا حکم بعینہٖ مرتدوں کا حکم ہے کیونکہ یہ ضروریات دین کے منکر ہیں اور خداوند کریم جل وعلیٰ اور اس کے حبیب رؤف و رحیم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ کے گستاخ

ہیں اور یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ ضروریات دین سے کسی ایک کا بھی انکار کرنے والا بالاتفاق کافر و مرتد ہے فی المعتمد المستند کل مبتدع للاسلام منکر بشئ من ضروریات الدین کافر بالیقین وفی الصلوٰۃ خلفہ وعلیہ والمناکحۃ والذبیحۃ والمجالسۃ والمکالمۃ وسائر المعاملات حکمہ حکم المرتدین کما نص علیہ فی کتب المذھب کالھدایۃ والغرر والملتقی الابحر والدر المختار ومجمع الانھر وشرح النقایۃ البرجندی والفتاوی الظھیریۃ والطریقۃ المحمدیۃ والحدیقۃ الندیۃ والفتاوی الھندیۃ وغیرھا متونا وشروحا وفتاوی کما نصہ اھ اور درالمختار شرح تنویر الابصار ص۲۰۳ میں ہے ”ولا یصلح ان ینکح مرتد او مرتدۃ احدًا من الناس مطلقاً“ اھ

یعنی مرتد اور مرتدہ کسی سے بھی مطلقاً نکاح کی صلاحیت نہیں رکھتے اور ھدایہ مع فتح القدیر ص۲۸۶ میں ہے ولا یجوز ان یتزوج المرتد مسلمۃ ولا کافرۃ ولا مرتدۃ یعنی مرتد کی شادی نہ مسلمان عورت سے جائز اور نہ کافرہ سے اور نہ مرتدہ سے اور حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ص۱۰۸ پر علامہ مولانا جمال فرماتے ہیں۔ اما بعد فانی قد اطلعت علی کلام المضلین الحادثین الآن فی بلاد الھند فوجدتہ موجبا لردتھم واستحقاقھم للخزی المبین وھم اخزاھم اللہ تعالیٰ غلام احمد القادیانی ورشید احمد، واشرفعلی، وخلیل احمد، و خلافھم من ذوی الضلال والکفر الجلی ملخصاً یعنی ان گمراہ کرنے والوں، نئے پیدا ہونے والوں، مرزائیوں، دیوبندیوں، وہابیوں کے اقوال بدتر از ابوال جو ان کی کتابوں ازالۃ الاوھام اور تحذیر الناس، براھین قاطعہ اور حفظ الایمان وغیرہا میں ہیں آگاہ ہوا تو ان کے اقوال کو ان کے مرتد ہو جانے کا موجب پایا۔ جس نے صریح رسوائی کا انہیں مستحق بنا دیا۔ وہ لوگ (اللہ انہیں رسوا کرے)، غلام احمد قادیانی، رشید احمد گنگوہی خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی وغیرہ کھلے کفر و گمراہی والے ہیں اور حضرت علامہ

مولانا عزیز مالکی اندلیسی اسی مبارک فتویٰ کے صفحہ ۲۶ پر رقم طراز ہیں فلا شک فی کفر ھؤلاء الطائفہ بلھا قطعاً اجماعاً و سمعاً یعنی ان سب طائفوں کے کفر میں اصلاً شک نہیں یقین کے رو سے اور اجماع کے اعتبار سے بھی اور قرآن و حدیث کے لحاظ سے بھی -

اور حضرت علامہ مولانا عمر ابن حمدان اسی کتاب مستطاب کے صفحہ ۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں

وھم الخبیث اللعین غلام احمد القادیانی الدجال الکذاب مسیلمۃ اٰخر الزمان و رشید احمد الکنکوھی و خلیل احمد الانبیتھی و اشرف علی التانوی فلا شک فی کفرھم و وجوب قتلھم علی کل من یمکنہ ذالک اھ ملخصاً دجال کذاب آخر زمانہ کا مسیلمہ غلام احمد قادیانی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی تھانوی یہ سب کے سب خبیث ملعون ہیں ان کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں اور بادشاہ اسلام پر ان کا قتل واجب ہے - فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۱۹۴ میں ہے کہ حنفی اگر اس میں مبتلا ہوا ہو تو اپنی لڑکی اسی دعوے سے واپس لے کر نکاح ہوا ہی نہیں اھ

مذکورہ بالا فتاویٰ معتبرہ اور کتب فقہیہ مشہورہ سے روشن ہوگیا کہ جو نکاح ہندہ کا بکر کے ساتھ ہوا تھا، ناجائز اور باطل تھا - لہٰذا طلاق کی حاجت نہیں کسی سنی صحیح العقیدہ سے ہندہ کا نکاح کردیں واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید سنی عالم ہوتے ہوئے بھی سنی لڑکی کا نکاح غیر مقلد وہابی کے ساتھ پڑھایا نیز اس پڑھانے کے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا - جاہل عوام کہتی ہے کہ سنی مولوی کا کوئی ٹھکانا نہیں ایک رد کرتے ہیں - اور ایک نکاح پڑھاتے ہیں - ایک اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام قرار دیتے ہیں اور ایک کھاتے ہیں - اس سے جاہل عوام پر بڑا اثر پڑتا ہے - آیا وہابی سمجھتے ہوئے زید نے نکاح پڑھایا

نکاح درست ہوا یا نہیں اور پڑھانے والے کا نکاح رہا یا نہیں۔ اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں اور جو لوگ مجلس نکاح میں رہے اس کے بارے میں بھی لکھیں۔ وہابی کے یہاں بیٹی دینا کیسا ہے۔ اس کی بیٹی کو لا سکتے ہیں یا نہیں۔ حدیث کی روشنی میں فیصلہ کر دیں مندرجہ بالا پر نظر رکھتے ہوئے۔

سائل

محمد اسلام الدین لواکھور پرساہی پوسٹ جھبیاہی

ضلع دھنوسا دنیپال

الجواب بعون الملک الوھاب

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت عظیم البرکت دریائے رحمت آقائے نعمت مجدد اعظم عرب وعجم کے مانے ہوئے مفتی اعظم، شرق وغرب کے زبردست عالم، روئے زمین میں اپنے زمانہ کے فقیہ اعظم اپنی کتاب احکام شریعت کے ص۸۹ پر فرماتے ہیں کہ اس کا یعنی وہابی کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا۔ اس کے ہم مذہب ہوں یا مخالف مذہب جس سے ہوگا محض زنا ہوگا تو ایسے کا نکاح پڑھانا کیسے جائز ہوگا۔ نکاح پڑھانا بھی حرام، لڑکی دینا بھی حرام لڑکی لینا بھی حرام۔ جس نے جان بوجھ کر نکاح اس کا پڑھایا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی حرام اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی حرام۔ کھانا پینا بھی حرام۔ ایسے مولوی کے ساتھ تعلقات رکھنا بھی حرام تاوقتیکہ توبہ نہ کرلے کہ جب مولوی تھا تو جانتا تھا کہ بہار شریعت، فتاویٰ رضویہ جلد پنجم اور حسام الحرمین وغیرہ کتب میں لکھا ہے کہ وہابی کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا کہ وہ مرتد ہے اور عالمگیری میں ہے کہ مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا تو اس کا نکاح پڑھانا زنا کے لیے ہوا تو گویا زنا پر راضی ہوا اور جو زنا پر راضی ہو اس کے ایمان میں کھوٹ ہے۔ اس کا اسلام کمزور ہے۔ کیا وہ مولوی نہیں جانتا کہ حدیث پاک میں ہے یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف میں بھی موجود ہے اور بہار شریعت کے پہلے حصہ میں بھی ہے

اور الملفوظ میں بھی۔ وہ حدیث یہ ہے ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔

ان کو دور رکھو ان سے دور رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گمراہ کر دیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ فتنہ فساد میں مبتلا کر دیں نہ یہ کہ نکاح پڑھائیں، اس کے ساتھ کھائیں پئیں، اٹھیں بیٹھیں کیا اس مولوی نے اس حدیث کو پیٹھ کے پیچھے نہ پھینک دیا۔ اس کا نکاح پڑھا کر اس حدیث مقدس کے خلاف راستہ نہ اختیار کیا؟ قرآن پاک میں ہے لا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین یعنی نصیحت حاصل کرنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھو۔ بتاؤ وہابی سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ جس نے رسول اکرم کی بارگاہ میں گستاخی کی، جس پر علمائے حرمین شریفین نے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔ جس کے بارے میں علمائے اہل سنت نے متفق فیصلہ فرمایا کہ جو شخص اس کے کفر پر آگاہ ہو کر اس کے کافر ہونے اور بدمذہب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اس مولوی نے اگر اس کے کفر پر آگاہ ہو کر اسے مسلمان جانا تو وہ بھی کافر ہو گیا۔ اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی۔ جب تک تو بہ تجدید ایمان تجدید نکاح نہ کر لے اس کے پیچھے نماز محض باطل اس کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار جیسا کہ وہابی کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار اور حرام ہے یہ مسئلہ تو کوئی ڈھکا چھپا نہیں بہار شریعت، احکام شریعت، فتاویٰ رضویہ وغیرہ فتاوے کی کتابیں دیکھیں۔ سب میں پائیں گے۔ وہابی کا ذبیحہ مردار ہے۔ وہابی سے نکاح نہ کرے نکاح اگر کوئی کر بھی لے تو نکاح درست نہ ہوگا۔

خزائن العرفان فی تفسیر القرآن مصنف صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان دیکھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہابی خذلہ اللہ سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا جو لوگ اس مجلس میں جانتے بوجھتے شریک ہوئے سب توبہ کریں اگر یہ بھی جانتے تھے کہ وہابی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا ہے۔ ان کی عزت سے جلنے والا ہے پھر بھی مجلس میں موجود

رہے اور اس کو مسلمان جانا تو سب پر توبہ، تجدید ایمان، تجدید نکاح فرض اور اگر اس کے کفری عقیدہ پر آگہی نہیں تھی تو عوام پر صرف یہ ہے کہ آئندہ ایسی مجلس میں شریک نہ ہوں گے نہ ایسی مجلس سے راضی ہوں گے اور نہ کسی کو وہابی سے نکاح کرنے کا مشورہ دیں گے یہی قرآن وحدیث کا فیصلہ ہے۔ مسلمانو! ہوشیار رہو، بدعقیدہ کی صحبت سے بچو۔ اپنے ایمان کی حفاظت کرو دشمن رسول سے کبھی برادری نہ کرو۔ تمہارا برادر وہی ہے جو تمہارا ہم مذہب ہے۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ واللہ اعلم بالصواب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ـــ

زید اہل السنۃ والجماعۃ سے اور بکر وہابی تو زید اپنی لڑکی کا نکاح بکر کے لڑکے کے ساتھ کر دیا جس میں نکاح پڑھانے والے مولوی محمد عمر صاحب جو اہل سنت و الجماعۃ سے ہے۔ اس نے نکاح پڑھایا لہٰذا ان صورت میں ان دونوں کا نکاح ہوا یا نہیں اور مولوی محمد عمر صاحب کا نکاح باقی رہا یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اس سوال کا جواب دیکر شکریہ کا موقع عنایت کریں۔ عین کرم ہوگا۔

سائل

محمد انور علی مقام پڑسا ہی پوسٹ جھبٹیا ہی دھنوسا نیپال

الجواب ـــ

مسلمہ کا نکاح وہابی سے ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مسلمہ کا نکاح کسی بھی وہابی سے باطل ہے درست نہیں۔ وہابی کو لڑکی دینا زنائے خالص ہے۔ اس کو لڑکی دینا ہندو کے دینے سے بدتر ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت عرب وعجم کے مفتی نے فتاویٰ رضویہ جلد پنجم اور احکام شریعت کے جزئے اوّل ص۹ پر فرماتے ہیں کہ وہابی کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا۔ اس کے ہم مذہب ہو یا مخالف مذہب۔ یہی عالمگیری میں ہے۔ یہی قرآن کے دوسرے

پارہ کی ایک آیت کی تفسیر میں صدالافاضل فرماتے ہیں۔ مومنہ عورت کا نکاح کسی کافر مشرک سے نہیں ہو سکتا۔ مولوی محمد عمر اگر جان بوجھ کر پڑھایا تو حرام کیا، گناہ کیا۔ اگر وہابی کے عقیدہ باطلہ کفریہ پر آگاہ ہو کر وہابی کو مسلمان جانا تو وہ بھی اسی میں سے ہے۔ اہل سنت سے نہیں۔ حسام الحرمین میں علمائے حرمین شریفین نے فرمایا ہے جو وہابی کے عقیدہ کو جانا اور اس کے کفری عبارت سے آگاہ ہو کر اسے مسلمان جانا تو وہ بھی کافر ہے۔ بلکہ وہابی کے کافر ہونے میں جو شک کرے یا توقف کرے تو بھی کافر ہے۔ پہلی صورت میں توبہ لازم و واجب۔ جب تک توبہ نہ کرے اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام ہے۔ دوسری صورت میں عمر پر توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح دونوں فرض ہے کہ اس کی بیوی بھی نکاح سے نکل گئی کہ قطعی کافر کے قطعی کفر پر آگاہ ہو کر اس نے مسلمان جانا تو جب تک توبہ اور تجدید ایمان (یعنی از سر نو کلمہ پڑھنا) نہ کرے اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ جو پڑھے گا گنہگار ہوگا اور نماز بھی نہ ہوگی وہابی سے چونکہ نکاح نہیں ہوتا اس لیے زید اپنی لڑکی کا نکاح کسی سنی لڑکا سے کر دے۔ وہابی کے یہاں اپنی لڑکی کو کسی حال میں جانے نہ دے کہ وہابی کو لڑکی دینا ہندو کے دینے سے بدتر ہے۔ کیا زید نہیں جانتا کہ وہابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سے چڑھتا ہے۔ خداوند کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں کرتا ہے۔ قرآن پاک اور حدیث پاک حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سے پر ہے لیکن اس کو دکھائی نہیں دیتا۔ کیوں دکھائی نہیں دیتا کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جلن ہے، عداوت ہے، دشمنی ہے اور جسے رسول سے دشمنی ہو " ان کی تعریف سے جلن ہو، غصہ ہو تو وہ مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جو مسلمان نہ ہوا سے اپنی لڑکی دینا کسی طرح جائز نہیں۔ اسی لیے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت فاضل بریلوی اپنی معرکۃ الآرا کتاب احکام شریعت میں فرماتے ہیں کہ وہابی کو لڑکی دینا زنا کے لیے دینا ہے۔ مسلمانو! ابھی بھی ہوش سنبھالو۔ اپنے اور غیر کو پہچانو جو تمہارا ہم مذہب ہے وہ تمہارا برادر ہے اور تمہارا ہم عقیدہ اور ہم مذہب نہیں وہ تمہارا برادر نہیں۔ یہی قرآن و حدیث و فقہ کی کتابوں سے ثابت ہے۔ اس مولوی کی بات ہرگز نہ مانیں

جو تمہارے مذہب کے خلاف کرتا ہے بلکہ وہ مولوی نہیں ہے جس کا عمل ٹھیک نہیں ہے جیسے اپنے مذہب کا پاس و لحاظ نہیں ہے۔ جیسے اپنی کتاب حسام الحرمین و فتاویٰ رضویہ، احکام شریعت، بہار شریعت کا مسئلہ معلوم نہیں ہو تو وہ کیسا اہل سنت و جماعت ہے۔ ان ساری کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ وہابی سے نکاح نہیں ہوتا اسے اگر علم تھا تو وہابی سے نکاح کیسے پڑھایا اور اگر علم نہیں تھا تو کون سی کتاب پڑھ کر مولوی بنا بتا سکتا ہے؟

بات اصل یہ ہے کہ آج کا دور، فتنہ کا دور ہے، بدعملی کا دور ہے۔ اپنی بات منوانے کا دور ہے۔ ہٹ دھرمی کا دور ہے۔ ضد کا زمانہ ہے۔ ایک پیالی چائے پر بکنے کا زمانہ ہے۔ حرام و حلال کے نہ خیال کرنے کا زمانہ ہے۔ اسی لیے جسے آپ مولوی کہتے ہیں، اسے آپ کھڑے کھڑے پیشاب کرتے ہوئے بھی پائیں گے۔ اس سے سینما گھر آباد ہوتے ہوئے بھی پائیں گے۔ اسے پھول پینٹ میں بھی پائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ خرافات و واہیات میں ڈوبا ہوا بھی پائیں گے مگر اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے کچھ مقدس اور نیک بندے ایسے بھی ہیں جو اپنی خواہش کو شریعت کے مقصدوں پر قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ شریعت کے مقابلہ میں کسی بھی نوید و لالچ کا خیال تک نہیں لاتے۔ حق کو حق بتاتے اور باطل کو باطل۔ یہی فتویٰ جو آپ نے مجھ سے پوچھا ہے۔ بریلی شریف مبارک پور، براؤں شریف، پٹنہ ادارۂ شرعیہ، بنارس مدرسہ فاروقیہ اور حمیدیہ پوکھریرا وغیرہ پوچھ کر دیکھیں وہی جواب آئے گا جو اس کم علم نے تحریر کیا ہے۔

مسلمانو! امر - ایرے غیرے سے نہیں پوچھا جاتا بلکہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے ایسا عالم چاہیئے جس پر علماء کو بھروسا ہو۔ جس کا علم ٹھوس ہو۔ جس کا عمل محکم ہو۔ جس کا اعتقاد و ایمان صحیح ہو۔ جو نفس کی لذات کو ٹھوکر مارتا ہو۔ ھٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنی لڑکی ہندہ کی شادی

ایک غیر مقلد وہابی کے یہاں کر دیا۔ اب زید چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی ہندہ کو غیر مقلد سے الگ کر کے کسی سنّی کے یہاں کر دے۔ مگر لڑکا طلاق دینے کو تیار نہیں ہے۔ تو کیا بغیر طلاق لیے شادی کر سکتا ہے یا نہیں۔ جبکہ لڑکا غیر مقلد ہے اور لڑکی سنّی ہے۔ مندرجہ بالا پر مدِ نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کر دیں۔ والسلام

مسئولہ

محمد صابر۔ مقام لواکور پرساہی پوسٹ جھنیاہی

ضلع دھنوسا (نیپال)

الجواب بعون الملک الوھاب

طلاق کی حاجت نہیں ہے کہ جو نکاح غیر مقلد سے ہوا تھا وہ باطل ہوا تھا۔ کیونکہ غیر مقلد وہابی پر علمائے حرمین شریفین زادہا اللہ شرفاً وتکریماً نے کفر کا فتویٰ دیا ہے کہ یہ لوگ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے گستاخ ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخی کرنے والا مسلمان نہیں تو کسی مسلمہ عورت کا نکاح وہابی سے نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی احکام شریعت کے صہ۹ پر فرماتے ہیں کہ اس کا یعنی وہابی کا نکاح کسی مسلمان یا کافر یا مرتد اس کے ہم مذہب ہو یا مخالف مذہب کسی سے نہیں ہو سکتا۔ جس سے ہوگا محض زنا ہوگا۔ صدر الافاضل اپنی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں کہ مسلمان عورت کا نکاح مشرک یا کافر کے ساتھ باطل و حرام ہے اور فاضل علامہ احمد مصری رحمۃ اللہ علیہ درمختار کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ جو شخص ان چار مذہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سے خارج ہے اس زمانہ میں تو وہ دوزخی ہے۔ واقول دوزخی سنّی کا کفو نہیں ہو سکتا۔ اور حدیث پاک میں حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم یعنی تم ان کے ساتھ اٹھو بیٹھو نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو نہ شادی بیاہ کرو۔ ایک دوسری حدیث میں سرکار دو عالم فخر بنی آدم صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم ان بدعقیدوں کو اپنے سے دور رکھو اور خود دور رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں یا فتنہ وفساد میں مبتلا کر دیں۔ اوّل شادی بیاہ کرنے سے یا ان کے ساتھ کھانے پینے سے یا ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے حدیث پر عمل ہو ہی نہیں سکتا۔

لہٰذا مسلمانو! خدا کا خوف رکھو کہ وہ شدید العقاب ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے شرماؤ کہ وہ شفیع ہیں۔ ان کی بارگاہ میں سب کو جانا ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اپنے عظیم الشان فتاویٰ رضویہ کے جلد پنجم ص۱۹۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حنفی اس میں مبتلا ہو، یعنی اپنی لڑکی کسی وہابی کے نکاح میں دے دیا ہو تو اپنی لڑکی اسی دعویٰ سے واپس لے کر نکاح ہوا ہی نہیں کہ طلاق کی ضرورت پڑے۔

لہٰذا ہندہ کو اس وہابی کے گھر ہرگز ہرگز نہ بھیجیں اور کسی سُنّی اپنے مذہب کے آدمی سے شادی کر دیں اور وہابی بددین، مفسدین سے بچتے رہیں کیونکہ یہ ایمان واسلام کے رہزن ہیں۔ ان رہزن سے اپنے ایمان کو بچاتے رہیں۔ ان کے دھوکے میں نہ پڑیں۔ ان کے روزہ ونماز کو نہ دیکھیں۔ حدیث پاک میں ہے ان کا روزہ، ان کی نماز، ان کا حج، ان کی زکوٰۃ کوئی چیز بھی خدا کی بارگاہ میں مقبول نہیں۔ لہٰذا ہمیشہ ان سے دور رہیں اور دوسرے کو دور رہنے کی تلقین کریں۔

واللہ اعلم بالصواب

چہ می فرمایند علمائے دین شرع متین دریں مسئلہ کہ ہندہ سنیہ صحیح العقیدہ است ونکاح ہندہ پدرش با یکے از غیر مقلدین وہابیہ کرد، دریں صورت نکاح ہندہ درست شد یا نہ۔ ہندہ با بکر سُنّی صحیح العقیدہ نکاح کردن می خواہد وہابی طلاق نمی دہد ونہ بخانۂ خود می برد ونان ونفقہ می دہد ہندہ چہ کند بینوا بالکتاب والسنۃ

مسئولہ سلامت رائعین مکان مقام تھلیسر ضلع دھنوسا (نیپال)

الجواب بعون الملک الوهاب

حاجت طلاق نیست نکاح ہندہ با غیر مقلد وہابی درست نہ شد کہ بر فرقۂ وہابیہ کاذبہ ضالہ مضلہ علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتکریماً فتوے کفر صادر فرمودہ اند و جماعتے از مرتدین گفتہ اند و قال اللہ تعالیٰ وتقدس فی القرآن القدیم والفرقان الحمید لا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا زیر ایں آیت کریمہ متلوہ حضرت صدر الافاضل مولانا مولوی سید نعیم الدین دامت برکاتہم القدسیہ در تفسیر خود خزائن العرفان فی تفسیر القرآن تصریح دادہ اند کہ نکاح زن مسلمہ با مشرک و کافر حرام است و فاضل علامہ سیدی احمد مصری رحمۃ اللہ علیہ در حاشیہ در مختار رقم فرمودہ من کان خارجاً عن ھذہ الاربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار و حدیث بیہقی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند لا یقبل اللہ لصاحب بدعۃ صلوٰۃ ولا صوماً ولا صدقۃ وحجا ولا عمرۃ وجہاداً ولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما یخرج الشعرۃ من العجین وعقیلی و ابن حبان از انس رضی اللہ عنہ راوی حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایند - ان اللہ تعالیٰ اختارنی واختار لی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم وینقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم بے شک اللہ تعالیٰ مرا پسندید و برائے من اصحاب و اصہار را اختیار فرمود و عنقریب قومے آید کہ آنہاں دشنام دہند و در شان آنہاں تنقیص کنند شما نزد ادشاں نہ نشینید و با ایشاں آب نوشید نہ طعام خورید نہ مناکحہ کنید ملخصاً از العطایا النبویہ

از تصریح مذکورۃ الصدر اظہر من الشمس و ابین من الامس شد کہ نہ اولیا را جائز کہ دختر خود را بزوجیت وہابیہ دہند و نہ با ایشاں نکاح صحیح و درست - و در احکام شریعت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ و موید ملت طاہرہ تحریر نمودہ اند کہ نکاح او با مسلمان یا کافر یا مرتد

موافق مذہب اوست یا مخالف مذہب او غرض انسان باشد یا حیوان جائز نمی تواند شد یا ہر کہ باشد زنا باشد۔ نکاح ہندہ با بکر روا باشد اگر دیگر موانع شرع معدوم باشد۔ توبہ بر او لیار و حاضرین مجلس و بر ہندہ فرض ست کہ نکاح ناجائز کردہ خلاف حدیث اقدام کردہ اند۔

واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے والد انتقال کر گئے۔ زید چچا کے یہاں پرورش پاتا رہا۔ بعد بلوغیت زید کے چچا نے اپنی لڑکی ہندہ کا زید کے ساتھ نکاح کر دیا تقریباً چار یا پانچ سال تک زن و شوہر کے تعلقات بہتر رہے۔ بعدہٗ کچھ لوگوں نے زید و ہندہ کے والد کے درمیان نفاق کی بیج ڈال دیا۔ ہندہ کے والد نے زید کو جدا کر دیا۔ زید نے بھی مجبور ہو کر اپنا کاروبار جدا کر لیا۔ اب زید ہندہ کی رخصتی کے لیے بار بار کہتا رہا لیکن ہندہ کے والد انکار کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں چند بار پنچایت بھی ہوئی لیکن ہندہ کے والد پھر بھی راضی نہ ہوئے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ میں کسی حال میں رخصتی نہیں کروں گا۔

لہٰذا ضد کی وجہ سے بات بڑھ گئی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بری طرح مار پیٹ ہو گئی۔ دونوں فریق زخمی ہوئے بعدہٗ حق وحصہ کے لیے اور ہندہ کی رخصتی کے لیے زید نے عدالت میں کیس کیا عدالت کے نیائے دھیس نے دونوں فریق اور دونوں فریق کے گواہوں کی بات سن کر یہ فیصلہ کیا کہ زید نصف مال کا حقدار ہے۔ ہندہ کے والد نے اپنی ضعیفی کی مجبوری ظاہر کی تو نیائے دھیس نے دوبارہ یہ فیصلہ کیا کہ پانچ بیگھہ زمین سے ایک بیگھہ زمین زید کو دیدو چونکہ وہ بھی بھتیجہ ہے اور ہندہ کو بھی رخصتی کر دو۔ اس وقت ہندہ کے والد نے مان لیا لیکن کاغذ نہیں کروایا گیا۔ گھر آنے کے بعد پھر انکار کر گیا۔ گاؤں پنچایت نے بھی دباؤ دیا پھر بھی حق دینے کے لیے تیار نہ ہوا اور ہندہ کو بھی رخصت کرنے کے لیے تیار نہ ہوا۔ یہاں تک کہ چند گاؤں سے کچھ سردار لوگ آئے تاکہ یہ معاملہ فیصلہ کر دیں۔ ان لوگوں نے ہندہ کے والد سے پونڈ بھی بنوایا

پھر بھی ہندہ کی رخصتی نہیں کیا۔ زید مجبور ہو کر بیٹھ گیا۔ لیکن چند نا تجربہ کار اور بے وقوفوں نے ہندہ کے والد کو غلط مشورہ دیا کہ آپ ادارۂ شرعیہ پٹنہ میں کیس کریں اور اپنی لڑکی کا نکاح فسخ کرالیں اور لڑکی کو چھٹکارا دلوالیں ورنہ قانونی طور پر زید کو حق وحصہ دینا پڑے گا اور لڑکی بھی رخصتی کرنی پڑیگی۔ درہم لوگوں کی کافی رسوائی بھی ہوگی۔ لہٰذا ہندہ کے والد دارالقضا ر ادارۂ شرعیہ پٹنہ میں بتاریخ ۸ ر اکتوبر ۱۹۸۲ء کو کیس کیا جس کا غلط مضمون یہ تھا کہ زید جانور کی تجارت کرتا ہے اور میرے ساتھ برا سلوک کرتا ہے نہ تو مجھے نان ونفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق دے کر آزاد کرتا ہے اس لیے میرا نکاح زید سے فسخ کر کے دوسرے سے دوسری شادی کی اجازت دیں۔ لہٰذا قاضی صاحب نے زید کے نام سے نوٹس جاری کی۔ تاریخ مقررہ پر زید دارالقضا میں حاضر ہوا لیکن ہندہ کے والد حاضر نہ ہو سکے۔ قاضی صاحب نے زید کو کہا کہ اب آپ پندرہ جنوری ۱۹۸۳ء کو دو معتمد دین دار گواہوں کو لے کر دارالقضا میں حاضر ہوں۔ زید تاریخ مذکورہ پر دو گواہوں کے ساتھ حاضر ہوا تو قاضی صاحب نے پہلے زید سے پوچھا کہ لڑکی کون ہے تو زید نے کہا کہ یہ میری بیوی ہے۔ قاضی صاحب نے پھر زید سے پوچھا کہ جب یہ تمہاری بیوی ہے تو اس کے ساتھ برا سلوک کیوں کرتا ہے اور نان ونفقہ کیوں نہیں دیتا ہے تو زید نے جواب دیا کہ حضور ہندہ اپنے دعوی میں جھوٹی ہے۔ میں نے اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا اور نہ نان ونفقہ کبھی بند کیا میں تو ہر حال میں رکھنے کے لیے تیار ہوں بلکہ ہندہ کے والد رخصتی نہیں کرتے۔ میں چند بار گاؤں میں پنچایت بھی کرا چکا ہوں آپ گواہوں سے پوچھ لیں۔ جب جب میں رخصتی کے لیے کہتا ہوں تو انکار کرتے ہیں کہتے ہیں رخصتی نہیں کرتے ہیں۔ مار پیٹ کی وجہ سے مجبور ہو جاتا ہوں۔ پھر قاضی صاحب نے گواہوں سے حلفیہ بیان لیا۔ ساری غلطیاں ہندہ کے والد میں پائی گئیں۔ قاضی صاحب کچھ دیر خاموش رہے بعدہٗ ہندہ کے والد کو ڈانٹا بلکہ برا بھلا بھی کہا۔ قاضی صاحب نے یہاں تک کہا کہ ہندہ کے والد کو مار کرانا چاہیے تھا جبکہ کسی فیصلہ کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ لہٰذا قاضی صاحب نے زید کو گھر بھیجدیا مع گواہ زید گھر آگیا۔ بتاریخ ۲۴ مئی ۱۹۸۳ء کو قاضی صاحب نے ایک ہزار روپیے

اور چار کٹھہ زمین پر فسخ نکاح کا حکم صادر کر کے ہندہ کو دوسری شادی کی اجازت دیدی۔ جبکہ عدالت کے نیائے دھیس ایک بگہہ زمین اور ساتھ ہی ساتھ لڑکی کو بھی حکم دیدیا تھا کہ زید کو ایک بگہہ زمین دینا ہوگا اور لڑکی کو بھی رخصت کرنا ہوگی۔ جبکہ زید ہر حال میں رکھنے کے لیے تیار ہے۔ طلاق دینے کے لیے تیار نہیں۔ زید کے سارے بیانات سن لیا پھر بھی زید کو بغیر راضی کیے ہوئے قاضی صاحب خلع کا حکم دے کر یا فسخ نکاح کا حکم صادر فرما کر ہندہ کو دوسری شادی کا حکم دے دیا۔

اس لیے دریافت طلب ہے کہ ازروئے شرع ہندہ دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں جبکہ زید کی طرف سے پورا ثبوت مل چکی ہے کہ زید حق پر ہے اور ہندہ اور ہندہ کے والد غلط راستہ پر پھر بھی قاضی ہندہ کی طرفداری میں فیصلہ کیا ہے۔ لہٰذا ہندہ کے لیے کیا سبیل ہوگی مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی مولوی محمد نذیر احمد رضوی موہن پور، مہوتری نیپال
۸ ر ذی القعدہ ۱۴۰۳ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

ازروئے شرع ہندہ دوسری شادی ہرگز ہرگز نہیں کر سکتی کہ وہ بدستور زید کی بیوی ہے۔ قاضی صاحب سے فیصلہ میں دھوکا ہوا ہے اور جب قاضی سے فیصلہ میں غلطی ہو جائے تو فیصلہ نافذ نہیں ہوتا۔ صورت مستفسرہ میں زید پر نفقہ اصلاً واجب نہیں ہوتا کہ وجوب نفقہ کے لیے شرط ہے حق حبس اور تسلیم نفس کما فی بدائع الصنائع یعنی عورت خود کو شوہر کے اختیار میں دیدے۔ بدائع الصنائع کے جزء رابع کے ص۱۹ پر ہے فان لم یوجد التسلیم علی ھذا التفسیر وقت وجوب التسلیم فلا نفقۃ لھا کہ اگر تسلیم وجوب تسلیم کے وقت نہیں پائی جائے گی تو عورت کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے۔ درمختار کے جلد ثانی ص۶۴۶ پر لا نفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی ناشزۃ حتی تعود یعنی جو

عورت اپنے شوہر کے گھر سے ناحق نکل جائے تو اس کے واسطے شوہر پر کوئی نفقہ نہیں ہے کہ وہ ناشزہ ہے جب تک شوہر کے گھر واپس نہ آجائے۔ بہار شریعت حصہ ہشتم کے ص۱۲۶ پر بحوالہ درمختار اور ردالمحتار مذکور ہے۔ عورت شوہر کے گھر سے چلی گئی تو نفقہ نہیں پائے گی۔ درمختار کے ص۱۰۶ پر ہے و محبوسۃ ولو ظلماً یعنی عورت کسی کے قید و بند میں ظلماً بھی آگئی تو شوہر پر اس کا نان و نفقہ نہیں ہے۔ اسی کتاب مستطاب کے ص۱۱۲ پر ہے ولا یفرق بینھما العجزہ عنہا بانواعہا الثلثۃ یعنی شوہر اپنی بیوی کا نان و نفقہ، مسکن، کسوہ، دینے سے عاجز ہو جائے جب بھی فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہے۔ اسی کتاب مستطاب درمختار کے ص۱۱۲ پر ہے لو قضیٰ بہ حنفی لم ینفذ اگر نفقہ واجب بھی زید پر ہوتا جب بھی حنفی قاضی کو حق فسخ حاصل نہیں ہے۔ اگر عمداً یا سہواً وہ فیصلہ کر بھی چکے جب بھی فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔

مذکورہ بالا فتاوے کی مستند کتابوں کی روشنی میں روشن ہو گیا کہ ہندہ کا نفقہ کے لیے قاضی کے یہاں استغاثہ پیش کرنا غلط، اس کے باپ کا اس کو روکے رہنا غلط، گواہوں کی گواہی غلط تو قاضی صاحب کا فیصلہ بھی غلط ٹھہرا۔ لہٰذا ہندہ کا فسخ نکاح نہ ہوا۔ اس کا دوسرے سے نکاح زنائے خالص ہوگا اور جو ایسے نکاح میں شریک ہوں گے گنہگار، مستحق غضب جبار و عذاب نار ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب میں

س ۱: ایک لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ ناگالینڈ میں رہتی تھی۔ وہ لڑکی گھر سے اپنے شوہر کے پاس دیگر لڑکا کو شامل کر کے گئی جس لڑکا کے ساتھ گئی اسی سے اس کو آشنائی ہو گئی۔ لڑکی اس لڑکے کے ساتھ ناگالینڈ سے بھاگ نکلی اور آسام کے علاقہ میں آکر کورٹ میں شادی کرنے کا کاغذ تیار کروا لیا۔ لڑکی نے شادی نہیں کیا۔ پھر لڑکا لڑکی دونوں

ناگالینڈ واپس گئے۔

نمبر ۲ لڑکی جب اس لڑکے کو لیکر فرار ہوئی تو شوہر نے قانونی کارروائی کر دیا۔ دونوں کو گرفتار کیا گیا۔ لڑکی اپنے شوہر سے راضی نہ ہوئی، اسی لڑکے سے راضی ہوئی جس کے ساتھ آسام فرار ہو گئی تھی۔ لڑکی کے گود میں تین چار ماہ کی ایک بچی تھی۔ بچی اور لیکر بھاگنے والے کا خون جانچ کرایا گیا، بچی اسی لڑکے کی ثابت ہوئی جو لیکر بھاگا تھا۔

نمبر ۳ اصل بات یہ ہے کہ لڑکی کھلے عام زناکاری میں مبتلا ہوئی جو سرطور سے ثابت ہے اور اس فعل بد سے ایک بچی پیدا کیا ہے۔ وہ لڑکی ناگالینڈ سے اپنے شوہر کے گھر لائی گئی پھر اس کی آمد و رفت اس لڑکے کے ساتھ جاری رہی جس کے ساتھ آشنائی تھی اب اس زانیہ کی سزا اور بچی کا کیا حال ہوگا جو غیر شوہر سے پیدا ہوئی۔

سائل

محمد عین الحق جنرل سکریٹری جمعیۃ الصدیقین مدھوبنی

الجواب بعون الوہاب جل مجدہٗ

جواب۔ شوہر اور محرم کے علاوہ کسی غیر مرد کے ساتھ ہرگز ہرگز عورت کا جانا جائز نہ تھا۔ اور نہ اس کا لے جانا ہی جائز تھا اور اس لے جانے پر جو راضی ہوئے سب گنہگار ٹھہرے۔ سبھی حدیث و قرآن کی مخالفت کی مستحق عذاب نار و غضب جبار ہوئے ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اچانک کسی غیر عورت پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹالے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ جن عورتوں کا شوہر غائب ہوں تو ان کے پاس نہ جاؤ کہ شیطان تم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے غیر عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ ایک شخص نے پوچھا دیور کے بارے میں کیا حکم ہے تو فرمایا دیور موت ہے یعنی دیور کے پاس جانا عزت و ناموس کو موت کی دعوت دینی ہے۔

یہ تو دھندے کا سفر ہے عورت حج کا سفر بھی غیر مرد کے ساتھ نہیں کر سکتی اگر کرے گی، گنہگار ہوگی اگر شوہر نے لڑکا سے کہا تھا اسے لانے کو تو وہ بھی بے غیرت اور گنہگار اور اگر لڑکی کے ماں باپ نے بھیجا غیر کے ساتھ تو وہ بھی گنہگار اور بے غیرت نہ معلوم مسلمانوں کی غیرت و حمیت کہاں رخصت ہوگئی سب سزا کے مستحق اور توبہ فرض۔

جوابؔ ۲ شرع میں اس کا اعتبار نہیں۔ حدیث شریف میں ہے بچہ اس کا ہے جسکی وہ منکوحہ ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے لہٰذا لڑکی شوہر کی ہی قرار پائے گی۔

جوابؔ ۳ اگر زنا گواہوں سے ثابت ہو جائے تو شرعی فیصلہ اس عورت کے لیے رجم ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ میدان میں لے جا کر اس قدر پتھر برسائیں ماریں کہ مر جائے اس لڑکا کی بھی یہی سزا ہے اگر شادی شدہ ہے اور اگر شادی شدہ نہیں ہے تو سو کوڑے درے ماریں۔ لیکن حد قائم کرنا بادشاہ اسلام کا کام ہے آپ کا نہیں۔ اس زمانہ میں ہندستان میں اسلامی حکومت نہیں ہے اور لوگ بلا خوف دخطر معاصی و گناہ کرتے ہیں ایسی صورت میں بستی یا محلہ کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ متفق ہو کر ایسی سزا تجویز کریں جن سے عبرت ہوں، کچھ جوتے لگائیں یا جب تک توبہ نہ کرے بول چال کھانا پانی بند رکھیں بالکلیہ بائیکاٹ کئے رہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ کھانا کھاتے وقت کسی طرح کا کوئی کلام کرنا مباح ہے یا نہیں۔ لہٰذا دلیل کے ساتھ جواب سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

سائل محمد ابو الوفا رگوال پاڑہ آسام

الجواب بعون الملک الوھاب

ردالمحتار جلد پنجم ص۲۴۹ پر ویکرہ السکوت حالۃ الاکل لانہ

تشبہ بالمجوس ویتکلم بالمعروف۔ ترجمہ کھانے کھاتے وقت خاموش رہنا مکروہ ہے۔ کیونکہ خاموشی کھاتے وقت مجوس کا طریقہ ہے اور ذکر خیر کرنا چاہیئے۔ بہار شریعت جلد شانزدہم صفحہ ۱۲ پر مذکور ہے۔ کھاتے وقت باتیں کرنا چاہیئے۔ بالکل چپ رہنا مجوسیوں کا طریقہ ہے۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت فاضل بریلی رضی اللہ تعالیٰ وتقدس کے صفحہ ۱۸ جلد چہارم میں مسطور ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ چپ رہنے کی عادت بنانا مجوس کا طریقہ ہے۔

مذکورہ بالا دلیلوں سے روشن ہوگیا کہ کھاتے وقت کلام کرنا اچھا ہے بالکل چپ رہنا اچھا نہیں۔ ہاں فضول بکواس نہ ہو اور بے ہودہ باتیں تو کسی وقت درست نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

۱ مسجد کے سامان مثلاً لکڑی، چوکھٹ، کھڑکی، کھپڑہ، اینٹ وغیرہ فروخت کرنا نیز ان سامانوں سے امام مسجد کے لیے کمرہ بنوانا ازروئے شرع کیسا ہے؟ دلائل کی روشنی میں واضح فرمائیں بینوا وتوجروا

المستفتی

مولوی محمد مشہود کھونٹا ہوتری نیپال

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر مسجد کا سامان مسجد کے کام کے لائق نہ رہا تو فروخت کرکے اس کی رقم مسجد میں ہی صرف کریں یہ مفت کسی کو نہیں دے سکتے امام مسجد کے لیے اس سامان سے کمرہ بنوا سکتے ہیں جب کہ اس کی قیمت مسجد کو ادا کردیں۔ اس کا خیال رکھیں کہ مسجد کا کوئی سامان توہین کی جگہ نہ لگائیں اور نہ کفار سے بیچیں (فتاویٰ رضویہ حصہ ششم صفحہ ۴۹۲) واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ میرے یہاں مسجد شہید ہو گئی ہے۔ اب اس کی پھر سے تعمیر ہونے والی ہے۔ اس کی تعمیر میں زکوٰۃ وفطرہ وچرم قربانی وصدقہ، جرمانہ وغیرہ کے رقوم لگا سکتے ہیں کیا کوئی صورت ہے۔ ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں بجواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الملتمسین :-

انجمن نورالاسلام موضع ادھیان پور، ضلع مہوتری نیپال

الجواب بعون الملک الوھاب

زکوٰۃ وفطرہ اور صدقہ واجبہ کے رقوم مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا ہرگز جائز نہیں کہ یہ فقراء ومساکین کا حق ہے۔ قرآن پاک میں انما الصدقات للفقراء والمساکین الخ کا حکم انہیں کے حق میں وارد ہے اور جرمانہ کا پیسہ حرام ہے اور حرام پیسہ کا مسجد میں لگانا حرام ہے۔ ناجائز ہے۔ (بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۹۰)

قربانی کی کھال میں تفصیل ہے اگر تمول کے طور پر فروخت کیا تو اس کا غریبوں پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ (احکام شریعت، بہار شریعت)

ہاں کار خیر کے لیے فروخت کیا ہے تو مسجد میں کیا کسی بھی کار خیر میں لگا سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں صاف صاف قرآن وحدیث کی روشنی میں زید کے دل کو تشفی بخشیں کہ بکرا اپنے گھر ایک دھامی ڈوم بلا کر لایا۔ ایک جگہ خاص کر کے اس کو مٹی پوا کر اس پر چاول اور تلسی کا پتہ رکھا پھر غیر خدا کا نام لے کر جھومر گانا گایا اور مریض کے سر تا پا ایک ہڈی جو دھامی اپنے ساتھ لایا تھا لگایا۔ نہ معلوم دھامی کس چیز کی ہڈی لایا تھا، زید کا کہنا ہے کہ وہ میرے ذات سے اور دھرم سے الگ

ہوگیا اور بکر کا کہنا ہے کہ زید مجھ پر الزام لگاتا ہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔

محمد یوسف متلیسر ۱۹ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

ایسے کو اپنے گھر بلانا ناجائز و حرام ہے۔ اگر غیر خدا کے پوجا سے وہ راضی ہے تو کفر ہے۔ بکر ایمان لائے اور تجدید نکاح کرے۔ ہاں ہڈی پھیرنے سے کفر نہ ہوگا۔ اگر معلوم ہے کہ ہڈی خنزیر کا ہے تو وہ ناپاک ہے۔ اسے جسم پر پھیرنا کسی طرح جائز نہیں۔ اغلب یہ کہ وہ لوگ ناجائز پر مشتمل منتر پڑھتے ہیں۔

لہٰذا کسی حال میں ان لوگوں سے جھاڑ پھونک نہ کرائیں۔ واللہ اعلم بالصواب

مسئولہ: عبدالحمید قادری موضع مہدیا ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جو غیر مطلقہ تھی قاضی صاحب نے کسی دوسرے مرد کے ساتھ اس کا نکاح پڑھا دیا اب اس قاضی صاحب کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے خلاصہ تحریر فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

قاضی صاحب اگر جائز جانتے ہوئے نکاح پڑھایا تو خود ان کا نکاح اور جو لوگ اس نکاح کی مجلس میں راضی خوشی شریک تھے ان سب کا گیا سب پر توبہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے کیونکہ سب گنہگار مستوجب غضب جبار اور مستحق عذاب نار ہوگئے اور جس کا نکاح پڑھایا اس کا بھی نکاح نہ ہوا کہ حرام ہونے میں وہ عورت مثل ماں بہن کے ہے تو جس طرح ماں بہن سے نکاح نہیں ہوتا ویسے ہی غیر مطلقہ سے نکاح نہیں ہوتا جلد وہ شخص اس بے طلاقن سے جدا ہو جائے کہ اس کا اس کے ساتھ رہنا سہنا حرام حرام اس سے ہمبستری زنائے خالص اولاد، اولادِ زنا (حرامی) ہوگا۔ اگر وہ شخص

اس عورت کو اپنے سے جدا نہیں کرتا تو اس شخص سے میل جول، بول چال سب حرام۔ پوری برادری اس کا بائیکاٹ کرے۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کر کے اپنی غلطی سے باز آ ئے۔

واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ وہابی کے یہاں شادی بیاہ کرنا کیسا ہے۔ ان کے ساتھ بولنا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے۔ علمائے کرام کے مقدس زبان سے پتہ چلتا ہے کہ وہابی کیساتھ تعلق جوڑنا برا ہے کیونکہ وہ ان سے الگ رہنے کو بولتے ہیں۔ جاہلوں کے درمیان وعظ و تقریر میں بتاتے ہیں کہ وہابی سے الگ رہو مگر خود وہابی کے ساتھ رشتہ جوڑ لیتے ہیں مثلاً مولانا عبدالشکور صاحب سوہ پور اور مولوی محمد یوسف جو توسو بیگھہ پڑھاتے ہیں۔ اپنی اپنی بہن کا رشتہ وہابی کے یہاں کیا ہے۔ مولوی محمد اسلام الدین ٹلی والے ایک وہابی جس کا نام حنیف ہے، اس کے ساتھ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے، چائے پیتے، پان کھاتے اور ہمکلام ہوتے ہیں۔ یہی مولوی موصوف اپنی تقریر میں بیان کرتے ہیں کہ وہابی کے یہاں جو لڑکی دیتا ہے وہ زنا کرنے کے لیے دیتا ہے ہم جاہلوں سے تو یہ کہتے ہیں اور خود ترک تعلق نہیں کرتے۔ ایک عالم ہو تو بھول چوک پر محمول کیا جا سکتا ہے مگر کئی عالم کو ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس میں جان بوجھ کر مبتلا ہیں اس لیے لکھنا پڑا ہے۔ ایک آدمی نے اپنی لڑکی کا رشتہ ایک وہابی سے قائم کیا ہے اور اس کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے جب ہم نے منع کیا تو اس نے جواب دیا کہ ہمیں آپ منع کرتے ہیں۔ اور علماء تو خود اس میں مبتلا ہیں تو کیا ان کے لیے یہ سب روا ہے؟ اور ہمارے لیے ناروا! وہ فی الحال ایک عالم کا ایک وہابی کے ساتھ رشتہ کا ثبوت پیش کرتا ہے تو مجھے شرم آتی ہے۔ اس لیے گذارش ہے کہ اگر ان سے تعلق جوڑنا منع ہے تو تمام عالم کی ایک کمیٹی بلائیں اور فیصلہ کر دیں۔ مقررہ تاریخ کو ہم نے روک دیا ہے جواب عنایت فرمائیں —

محمد انور علی مقام نواکھود پرساہی ۴ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

وہابی کے یہاں شادی بیاہ کرنا حرام ہے۔ لڑکی دینا زنائے خالص کے لیے دینا ہے۔ دینے والا چاہے عالم ہو بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں وہ عالم نہیں ہے۔ آپ بچیں اور ایسے عالموں کو غیرت دلائیں۔ وہابی یا وہابیہ کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا کہ اللہ ورسول کی توہین کر کے مرتد ہو چکے ہیں۔ علمائے حرمین شریفین نے ان پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ وہابیہ کافر ہیں۔ اور کافر سے مسلمان کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ قرآن وحدیث کا یہی فیصلہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہٰذا میں۔

کسی معاملہ کے تحت زید کو اپنے زوجہ سے جھگڑا ہو گیا۔ غصہ میں زید نے اس سے کہا میں تجھ کو جواب (طلاق) دیتا ہوں۔ اس کے بعد وہ گھر سے نکلا اور چند آدمیوں کے سامنے یہ کہا کہ میں اپنی زوجہ کو جواب دے دیا۔ کسی کہنے والے نے اس سے کہا اس کا مہر دیتے ہو یا نہیں تو جواباً اس نے کہا کہ جو کچھ میں نے گھر میں رکھ چھوڑا ہے (دھان، چاول وغیرہ) اس کے مہر میں دے دیا۔ زوجہ کہتی ہے تم گھر سے نکل جاؤ۔ زید یہ کہتا ہوا گھر سے باہر ہوا کہ سب کچھ تمہارے مہر میں ہے میں فلانی لڑکی سے شادی کرنے جا رہا ہوں۔ صورت مذکورہ میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کتنی۔ رجعی یا بائن جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

محمد سلیم الدین انصاری متھروا بازار ضلع سرہانتیال

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں ہندہ کو ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی۔ اگر ہندہ کی عدت پوری نہیں ہوئی ہے تو بلا نکاح کے ہی زید ہندہ سے رجعت کر لے۔ اب صرف دو طلاق کا مالک

رہے گا اور اگر عدت پوری ہو چکی ہے تو دوبارہ نکاح کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک ہی ماں کی دو لڑکی سے شادی کی ہے۔ اس پر گاؤں کے آدمیوں نے نکتہ چینی کیا تو اس پر وہ شخص جواب دیا کہ تھوڑا تھوڑا گناہ سب تقسیم کر لیں اور دوسری لڑکی سے ایک بچی بھی پیدا ہوئی ہے۔ یہ معاملہ لے کر گاؤں میں دو پارٹی ہو گئی ہے اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ نکاح پڑھانے والے اور اس شخص کا ساتھ دینے والے پر ساتھ دیگر نکاح پڑھوانے والوں پر از روئے شرع کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی قرآن و حدیث سے مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی :۔ محمد محرم منصوری مقام سوکا۔ پوسٹ جلیشور ضلع مہوتری نیپال

الجواب بعون الملک الوهاب جل مجدہٗ و عزبرهانه

فقہ کی مشہور و معروف کتاب ہدایہ کے صفحہ ۲۹۰ پر ہے لا یجمع بین الاختین نکاحًا یہی عبارت جلد ثالث فتح القدیر صفحہ ۲۱۲ پر موجود ہے یہی الفاظ کفایہ میں مسطور در مختار اور رد المحتار سے یہی معلوم کرو۔ بہنوں کا نکاح میں لانا حرام ہے۔ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے فلا یجمعن ماءہ فی رحم اختین کہ ہرگز دو بہنوں کے رحم میں اپنا پانی کوئی جمع نہ کرے۔ ہدایہ کے حاشیہ پر ہے ھذا الحدیث دلیل علی حرمة الجمع فی النکاح اور اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وان تجمعوا بین الاختین پ ۴ ع ۱۴۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم میں ہے ایک ساتھ دو بہنوں کا نکاح میں لانا حرام قطعی، اشد حرام، اور مثل زنا ہے۔ پھر اگر ایک سے پہلے اور دوسری سے بعد میں کیا ہے تو پہلی کا نکاح درست

دوسری کا حرام ہے مگر اب پہلی کو بھی ہاتھ نہیں لگا سکتا جب تک کہ دوسری کو اپنے سے جُدا نہ کر دے اور اس کی عدت پوری نہ ہو جائے۔ مثلاً حاملہ ہے تو وضع حمل کرے۔ حائضہ ہے تو تین حیض گذار لے تب پہلی سے قربت کر سکتا ہے۔ بے دوسری کی عدت گذرے پہلی حرام ہی رہے گی۔ بچی دونوں کے نکاح میں آنے کے بعد پیدا ہوئی ہے تو ولد حرام ہوئی۔ ساتھ دینے والے، نکاح پڑھانے والے گمراہ گمراہ گر اجہل گنہگار، خطاکار مستحق عذاب نار ہیں۔ سب پر توبہ فرض جب تک توبہ نہ کریں مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے اشخاص سے میل جول، سلام و کلام نہ رکھیں اور اگر جانتے بوجھتے ساتھ دیا اور اس ناپاک ملعون فعل کو حلال سمجھا تو حکم بڑا سخت ہے۔ نکاح پڑھانے والے اور ساتھ دینے والے از سر نو اسلام کا کلمہ پڑھیں۔ بیوی رکھتے ہیں تو اب تجدید نکاح کریں کہ حرام قطعی کو حلال جاننا کفر ہے اور کفر سے نکاح فاسد ہو جاتا ہے من اعتقد الحرام حلالاً لا وا ولی القلب یکفر فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۱۵۳ ایسا شخص اگر دنیا پرست اگر امام ہو تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام و گناہ ہے تا وقتیکہ توبہ اور تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کر لے اور اگر دونوں کا ایک ہی ساتھ ہوا تو دونوں کا نکاح باطل فوراً دونوں کو علاحدہ کر دے۔ وہ دونوں سے جدا ہو جائے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ شرع کے حکم کو جان سے زیادہ عزیز سمجھے خواہشات نفسانی کے پیچھے نہ چلے۔ اچھوں کا ساتھ دے۔ بُروں سے دور رہے۔ گناہ کے کام پر کسی کا ساتھ نہ دے۔ باپ ہی کیوں نہ ہوں، استاد و پیر ہی کیوں نہ ہوں کہ معصیت کے کام میں کسی کا ساتھ دینا روا نہیں۔ اللہ جل جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط پ ۶ سورہ ۵ مائدہ ۸۵ ع ۱

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

والیہ المرجع والمآب ۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ پھروا کی سُنّی لڑکی کی شادی رگھوناتھ پور کے وہابی لڑکے سے ہوئی۔ وہ وہابی لڑکا اس کو نہ نان و نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق دینے کے لیے تیار ہے۔ دریافت طلب یہ امر کہ یہ لڑکی کیا کرے۔ فقط۔

محمد علیم الدین ساکن کسما ہا ستوکھر بازار دھنوسا نیپال

الجواب بعون الملک الوھاب

غیر مقلد وہابی ضال ومضل وہ کسی کا کفو نہیں بن سکتا اس سے نکاح باطل ہے جب نکاح باطل ہے تو طلاق کی حاجت بھی نہیں ہے۔ لڑکی کی شادی کسی سُنّی صحیح العقیدہ لڑکا سے کردیں کما ھو فی الفتاوٰی الرضویۃ۔

واللہ اعلم بالصواب ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہندہ غیر مطلقہ ہے۔ زید ضد کی بنا پر نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اسی سلسلہ میں زید نے چند بار میٹنگ کیا۔ شریک ہونے والے احباب نے مشورہ دیا ہے کہ چاہے حلال ہو یا حرام، جائز ہو یا ناجائز بہر حال کرنا ہے۔ لہٰذا اسی ضمن میں زید نے میلاد پاک کی محفل قائم کی چند احباب کو کھانے کی دعوت بھی دی۔ وقت مقررہ پر لوگ جمع ہوئے۔ میلاد پاک ختم ہونے کے بعد پھر نکاح ہوا اور کھانا کھلایا گیا اور لوگ اپنے اپنے گھر واپس ہوئے۔ قاضی نابالغ غیر شادی شدہ ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ میلاد پڑھنا، اس میں شریک ہونا از روئے شرع کیسا ہے۔ قاضی واحباب اور شرکا پر شرع مطہرہ کیا حکم نافذ کرتی ہے بیان فرمائیں بینوا وتوجروا والسلام

المستفتی: مولانا محمد نذیر احمد رضوی، ساکن موہن پور مہوتری نیپال ۵ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

الجواب بعون الملك الوھاب

پارہ پنجم سورۂ نساء میں ارشاد ربانی ہے والمحصنات من النساء شوہر دار عورتیں حرام ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شوہر کی زندگی میں بلا طلاق دوسرے سے نکاح کی صورت نہیں فتاویٰ رضویہ پنجم صفحہ ۲۲۲ ثابت ہوا کہ یہ نکاح محض باطل ہوا۔ اس پر فرض ہے کہ عورت کو اپنے پاس سے الگ کر دے اور عورت پر فرض قطعی ہے کہ اس سے جلد از جلد جدا ہو جائے ورنہ زنائے خالص ہوگا اور دونوں زانی اور زانیہ قرار پائیں گے۔ اور مستحق غضب جبار و عذاب نار ہوں گے۔ جتنے لوگوں نے مشورہ دیا اور اس خلاف شرع امر میں شریک ہوئے سب گنہگار اور لائق عذاب نار ہوئے۔ سب پر توبہ فرض ہے۔ حدیث پاک ہے لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں رواہ الامام احمد جب کسی عورت کو شوہر سے بگاڑ دینے پر یہ وعید ہے تو معاذ اللہ عورت کو شوہر سے توڑ کر دوسرے کے نکاح میں قرار دینا کیسا فعل خبیث اور کیسا ظلم شدید ہوگا۔ دانستہ عدت میں نکاح پڑھانے والے کا حکم اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا۔ اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جان کر پڑھایا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۵ صفحہ ۱۹۷۔

اقول، شرکاء اور مشورہ دہندگان کا بھی یہی حکم ہے اور ایسی مجلس جو ارتکاب حرام کے لیے منعقد ہو ہرگز شرکت جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔ جب تک یہ لوگ توبہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرلیں ان سے میل جول سلام و کلام حرام حرام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) مسلمانوں کے لیے ٹائی لگانا کیسا ہے؟

(۲) ننگی چھت پر سونا کیسا ہے جس پر میڑ نہ ہو، قرآن وحدیث کی روشنی میں

جواب عنایت فرمائیں۔ فقط آپ کا کفش بردار

حافظ ظہیر عالم کراف ماسٹر لالی سوڈ بلڈنگ پلاٹ

تیل میل گلی پہرے رام نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۵۵

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) ناجائز و حرام ہے کہ شعار نصاریٰ ہے۔ حدیث شریف میں ہے من تشبہ بالکفار فی اللباس وغیرہ فھو منھم۔

ترجمہ: جو کافروں سے لباس وغیرہ میں مشابہت کرے وہ انہیں کافروں میں سے ہیں۔ ترمذی شریف میں ہے۔ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے لیس منا من تشبہ بغیرنا۔ لا تشبھوا بالیھود ولا بالنصاریٰ الخ

ترجمہ: ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے تشبہ کرے۔ نہ یہود سے تشبہ کرو نہ نصرانیوں سے۔ اور بخاری شریف میں تعلیقاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جعل الذل والصغار علی من خالف امری ومن تشبہ بقوم فھو منھم ترجمہ: ذلت وخواری رکھی گئی اس پر جو میرے حکم کا خلاف کرے اور جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ ھٰذا کلہ من الفتاوی الرضویۃ فی الجزء العاشر ص۱۲۵ حدیقہ ندیہ میں ہے لبس زی الفرنج کفر علی الصحیح یعنی انگریزوں کا لباس اپنانا کفر ہے اور غمز العیون میں ہے من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ یعنی جس نے کافروں کے کسی فعل کو اچھا سمجھا باتفاق

مشائخ کفر ہو گیا۔ اگر نصاریٰ کی موافقت ادیان کی وضع کے استحسان کے لیے نہ پہنا تو کافر نہ ہوگا، فسق ضرور ہو گا۔ ارتکاب اسکا گناہ اور اس سے بچنا واجب یہی حکم انگریزی ٹوپ پتلون کا ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۳۰ و جلد دہم ص۹۱

(۲) منع ہے ابوداؤد شریف جلد ثانی ص۳۴۲ پر مروی حضرت علی ابن شیبان رضی اللہ عنہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ من بات علی ظھر بیت لیس علیہ حجار فقد برئت منہ الذمۃ ترجمہ: جو شخص ایسی چھت پر شب گذارا جس پر روک یعنی دیوار یا منڈیر (میرٹھ) نہیں ہے تو اس سے ذمہ بری ہے یعنی اگر وہ چھت سے گر جائے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ احکم جل وعز وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلی الہ وازواجہ واصحابہ وبارک وسلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بکر دیوبندی ہے۔ دیوبندیت کو مانتا ہے۔ ہندہ یعنی حسینہ خاتون جانے سے انکار کرتی ہے۔ تقریباً چار سال سے کئی بار لوگ بکر کے پاس گئے یعنی دسئی میاں کے پاس کہ آپ حسینہ خاتون کو طلاق دیدیجئے۔ دسئی طلاق دینے سے انکار کرتے رہے مگر آخر میں غصہ میں آکر کئی بار تین سے بھی زائد مرتبہ کہدیا کہ ہم کو آپ لوگ کیوں پریشان کرتے ہیں میں نے تو اس کو طلاق دیدیا آپ لوگ شادی کر لیجئے۔ ایسی صورت میں حسینہ خاتون دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں جبکہ تین بار سے زائد کہدیا کہ میں طلاق دیدیا۔ دسئی سے کہا گیا کہ آپ لکھت دیجئے۔ اس نے انکار کیا کہ میں لکھ کر نہیں دوں گا۔ آپ جاکر شادی کر دیجئے دیگر بات ایں کہ دیوبندی عقیدہ کو مانتا ہے۔ دیوبندی مولوی کو اچھا جانتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ خود بھی دیوبندی ہے۔

ایسی صورت میں حسینہ خاتون کا اس کے یہاں جانا جلال ہوگا یا حرام۔ مع دلیلوں کے جواب مرحمت فرمائیں۔

سائل: محمد غلام لیسین ٹھاکر ٹھی۔ دھنوسا نیپال ۲۸ر۶ر ۱۴۰۵ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

بکر اگر واقعی دیو بندی ہے تو اس سے طلاق کی حاجت نہیں کیونکہ دیو بندی وہابی اپنے عقائد کفریہ کے باعث کافر و مرتد ہیں اور کافر و مرتد سے کسی کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ کما فی عالمگیری و احکام شریعت و فتاویٰ رضویہ جلد پنجم میں ہے کہ حنفی اس میں مبتلا ہو یعنی اپنی لڑکی کسی دیو بندی کے نکاح میں دے دیا ہو تو اپنی لڑکی اسی دعوے سے واپس لے کہ نکاح ہوا ہی نہیں کہ طلاق کی ضرورت پڑے۔ بالفرض اگر وہ سنّی بھی ہو جب بھی حسینہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس لیے کہ بکر نے اس کی طلاق کا اقرار کیا اور یہ بھی کہا کہ آپ لوگ اس کی شادی کر دیجیے۔ اس جملہ سے پہلے یہ بھی کہا کہ میں تو اس کو طلاق دیدیا۔ اس سے ہندہ یعنی حسینہ خاتون مطلقہ ہو گئی۔ عدّت کے بعد کسی اور سنی صحیح العقیدہ سے جس سے اس کا نکاح شرعاً ہو سکتا ہے کر لے۔ مزید طلاق کی حاجت نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

دسئی راعین نے کتاب خاتون سے عقد نکاح کیا جس کو بارہ سال ہو چکے اس درمیان میں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ دسئی راعین کا جانچ بھی کرایا گیا تو ثابت ہوا کہ دسئی راعین سے اولاد ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔ کتاب خاتون اس کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے کہ میں اس کے یہاں جا کر کیا کروں گی جبکہ اس سے اولاد ہونے کی کوئی امید ہی نہیں اور گھر والوں سے دوسری شادی کا مطالبہ کرتی ہے تو کیا اس کی دوسری

شادی کرسکتے ہیں ؟

سائل : علیما پروانی ٹھاڑھی ۷ جمادی الاخرٰی ۱۴۰۵ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

اس کا شوہر جب تک طلاق نہیں دے گا۔ دوسری شادی کسی سے نہیں کرسکتی۔ یہی شریعت کا حکم ہے۔ حسینہ صبر کرے۔ اسی شوہر کے پاس رہے۔ یہی اس پر ضروری ہے

واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی پہلی شادی ہو چکی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد اپنی بیوی کی دوسری بہن سے بھی نکاح کرلیا۔ اب زید کی اولاد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی پہلی سے ہو یا دوسری سے اگر کوئی اپنی اولاد کو زید کی اولاد کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو از روئے شرع امام حنفی کے مسلک کے مطابق جائز ہوگا یا نہیں ؟

المستفتی : خلیل احمد تلسیاہی دھنوسا نیپال ۷ شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

دونوں بہنوں کا ایک ساتھ نکاح میں لانا حرام قطعی ہے۔ قرآن شریف میں ہے۔ وان تجمعوا بین الاختین یعنی دو بہنیں اکٹھی کرنا حرام کی گئی ہیں۔ پہلی کے بعد دوسری بہن سے نکاح کرلیا تو پہلی بھی حرام ہوگئی۔ اب کسی سے بھی اولاد ہوگی ولد حرام (حرامی ہوگی) اور ولد حرام یعنی حرامی بچہ کسی حلالی کا کفو نہیں بنتا۔ اس لیے اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ رہی لڑکی تو اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔ مگر شریف کو احتراز بہتر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ امیر الدین ساکن رام نگر برنا کی چھوٹی بہن بنام نورجہاں خاتون کی شادی بچپن میں یعنی ۶ سات سال کی تھی تو مولوی میاں بجلپورہ کے لڑکا بنام سہیل کے ساتھ ہوئی لیکن امسال معلوم ہوا کہ لڑکا بے طلاقی ماں کا جنا ہوا ہے۔ لڑکا کے ماں کی شادی عبد الرزاق ساکن کھونٹا کے ساتھ تھی اور عبد الرزاق سے بلا طلاق لیے مولوی میاں ساکن بجل پور کے ساتھ رہنے لگی۔ اب تک لڑکی اپنے بھائی کے یہاں ہے اور اب لڑکی بالغہ ہو چکی ہے۔ کچھ دن ہوا ہے کہ لڑکے کا باپ لڑکی رخصت کروانے کیلیے آیا تھا لیکن لڑکی بالغہ کو جبرئیل ہے تو کسی صورت سے اس گھر میں جانے کو تیار نہیں اور نیز لڑکی کے بھائی کی طبیعت نہیں مانتی کہ اپنی بہن کو اس گھر میں جانے دیں۔ اس کو کسی بہانہ واپس کر دیا کہ ادھر مولانا حضرات سے اس کے متعلق دریافت کرلیں کہ کیا تبلاتے ہیں اس لیے آپ برائے مہربانی جواب بحوالہ کتب ارسال فرمائیں۔

نوٹ :- بالغہ لڑکی کے انکار کر دینے سے نکاح فسخ ہوا یا نہیں ہوا بینوا و توجروا

سائل ـ امیر الدین رام نگر برنا بتاریخ ۹ شعبان ۱۴۰۵ھ

الجواب بعون الملک الوهاب

ایسا نکاح محض باطل ہے اور جب باطل ہے تو سرے سے ہوا ہی نہیں۔ فسخ کی کیا ضرورت ہے۔ فتاوی رضویہ جلد پنجم ص۲۹۵ بحوالہ نوازل فالنکاح باطل لانہ انما زوج علی ظن انہ کفوء اور نکاح میں شرعاً کفا ئت معتبر ہے اور ولد حرام دختر حلال کا کفو نہیں ہو سکتا ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتوی لفساد الزمان۔

جب نکاح عدم کفاءت کے باعث نہ ہوا تو نورجہاں اس کی بیوی بھی نہ ہوئی۔ لہٰذا نورجہاں کو اس حرامی لڑکا کے گھر رخصتی کرنا کس طرح جائز ہوگا ؟ واللہ اعلم بالصواب

سٓ ١ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ مسجد کا لوٹا امام ومؤذن اور اہل محلہ کے لیے استعمال کرنا کیسا ہے۔ جبکہ بکر کا کہنا ہے کہ مسجد کا لوٹا استنجا، پاخانہ کے لیے لے جانا جائز ہے اور زید کہتا ہے کہ ہرگز ہرگز مسجد کا لوٹا پاخانہ کے لیے نہیں لے جا سکتے۔ اس میں شرعی حکم کیا ہے۔ بالتفصیل محقق، مدلل مع دستخط ومہر جواب دیں۔

سٓ ٢ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد حکم ہے اتنی دیر بیٹھو کہ جتنی دیر میں چار رکعت نماز پڑھتے ہیں حالانکہ بیٹھنا تو درکنار تسبیح نہیں پڑھتے ہیں بلکہ چھوڑ دیتے ہیں۔ ایک ہی مرتبہ اخیر میں تسبیح پڑھتے ہیں جبکہ حکم ہے کہ ہر چار رکعت کے بعد تسبیح پڑھو۔ اس کا جان بوجھ کر ترک کرنا کیسا ہے محقق ومدلل مع دستخط ومہر جواب دیں بینوا وتوجروا

سٓ ٣ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ اہل محلہ کا پروگرام ہے کہ زکوٰۃ فطرہ لیکر نیز چرم قربانی کا پیسہ لیکر انجمن میں جمع کر دی جائے اور اسی انجمن سے مدرسہ کے محصل اور غریب ومسکین وغیرہ کی مدد کیجائے کیا ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں بالتفصیل جواب دیں بینوا وتوجروا

المستفتی: محمد یونس نیو ٹناپ ٹیرس بیل بالس مہندر بازار سرلاہی نیپال

الجواب بعون الملک الوھاب

(١) مسجد کا لوٹا نمازیوں کے وضو کے لیے ہے۔ اسی مقصد کے لیے مسلمان مسجد میں لوٹا وقف کرتے ہیں یا مسجد کمیٹی خریدتی ہے۔ ہر نمازی سُنّی صحیح العقیدہ خواہ امام ہو یا مؤذن یا ان کے علاوہ وضو کے لیے مطلقاً استعمال کر سکتے ہیں مگر گھر

نہیں لے جا سکتے۔ بہار شریعت حصہ شانزدہم ص۳۲ پر ہے، بعض تازہ پانی بھر کر مسجد کے لوٹوں میں گھر لے جاتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے۔ استنجا، پاخانہ کے لیے ان لوٹوں کا استعمال تو اگر کوئی شخص نماز پڑھنے آیا اور اسے قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی اور کوئی دوسرا لوٹا موجود نہیں اور اس کا گھر قریب نہیں ہے تو بوجہ مجبوری اس کے لیے اس کا استعمال روا ہونا چاہیے۔ اگر بکر اسی شرط کے ساتھ کہتا ہے تو صحیح کہتا ہے اگر مطلقاً کہتا ہے تو غلط کہتا ہے۔ اگر اھل محلہ بے نمازی ہیں یا نمازی ہی ہیں مگر اپنے اپنے کاروبار میں ہیں، کوئی دکان میں ہے کوئی مکان میں ہے اور جب پاخانہ کی حاجت ہو تو مسجد میں چلے آئیں اور مسجد کا لوٹا استعمال کریں تو جائز نہ ہوگا کہ خلاف مقصد ہے اگر زید کی مراد اس سے یہی ہے حق کہتا ہے۔ صحیح کہتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۲) تراویح میں ہر چار رکعت پر چار رکعت کے مقدار وقفہ مستحب ہے فتاوی عالمگیری جلد اول میں ہے ویستحب الجلوس بین الترویحتین قدر ترویحۃ وکذا بین الخامسۃ والوتر کذا فی الکافی وھکذا فی الھدایۃ پھر اسی وقفہ میں اختیار ہے چاہے تسبیح پڑھیں چاہے چپ بیٹھیں۔ مکہ والے طواف کرتے ہیں۔ اور دو رکعت نماز پڑھتے ہیں اور مدینہ منورہ والے چار رکعت پڑھتے ہیں الگ الگ، عالمگیری میں ہے ثم ھم مخیرون فی حالۃ الجلوس ان شاء وا سبحوا و ان شاء وا قعدوا ساکتین واھل مکۃ یطوفون اسبوعا ویصلون رکعتین واھل المدینۃ یصلون اربع رکعات فرادی کذا فی التبیین۔ اور فتاوی امجدیہ میں ہے۔ اس میں اسے اختیار ہے کہ تلاوت کرے یا تسبیح پڑھے یا تنہا نماز پڑھے یا چپکے رہے اور ظاہر ہے کہ چپکے رہنے سے تسبیح وغیرہ پڑھنا بہتر ہے۔ اور فتاوی عبدالحی میں ماثبت بالسنۃ میں منقول ہے لو ترك الاستراحۃ بین کل ترویحتین فقیل لاباس بہ وقیل لایستحب یعنی ہر دو ترویحہ کے

درمیان وقفۂ استراحت کوئی چھوڑ دے تو کہا گیا ہے کہ چھوڑتے ہیں کوئی حرج نہیں اور بعض نے کہا ہے چھوڑنا اچھا نہیں ہے اقول وباللہ التوفیق ترک استحباب پر گناہ نہیں ہے مگر ثواب سے محرومی ضرور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳) انجمن اگر خاص اہلسنت کی ہے کسی وہابی، دیوبندی، قادیانی، رافضی، چکڑالوی وغیرہم مرتدین خذلہم اللہ کی نہیں ہے تو اس انجمن میں مال زکوٰۃ اس شرط پر جمع کیا جاسکتا ہے کہ ناظم انجمن اس مال زکوٰۃ کو جدا رکھے اور اس میں کوئی پیسہ غیر زکوٰۃ خلط نہ کرے اور نہ ہی کسی شخص کی زکوٰۃ بغیر اس کی مرضی اس میں ملائے۔ پھر مستحقین زکوٰۃ پر بطور تملیک صرف کرے تو ایسا کرسکتا ہے لیکن اگر کسی شخص کی زکوٰۃ بلا اس کی اجازت کے دوسرے کی زکوٰۃ میں ملادے گا اور صدقہ کردے گا تو ملانے والا ناظم ضامن ہوگا اور زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی فتاویٰ عالمگیری ص۹۳ جلد۱ پر ہے رجلان دفع کل منہما زکاۃ مالہ الیٰ رجل لیؤدی فخلط مالہما ثم تصدق ضمن الوکیل مال الدافعین و کانت الصدقۃ عنہ کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

ایسے ہی قربانی کی کھال کا پیسہ اس زکوٰۃ کے پیسہ میں نہیں ملاسکتے کہ یہ پیسہ زکوٰۃ کا پیسہ ہے اور نہ اس کا مصرف زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ رہ گیا فطرہ کی رقم تو اس کا ملانا زکوٰۃ کی رقم کے ساتھ جائز ہونا چاہیے کہ دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور ایک ہی مصرف ہے۔ مگر خیال رہے کہ زکوٰۃ کسی کی زکوٰۃ و فطرہ کے ساتھ بلا اس کے مالک کی اجازت کے خلط نہیں کرسکتے۔ ایسے ہی کسی دیوبندی یا وہابی وغیرہما کی زکوٰۃ یا فطرہ کسی سنی مسلمان کی زکوٰۃ و فطرہ کے ساتھ نہیں ملاسکتے کہ ان کی زکوٰۃ نہ زکوٰۃ، نہ ان کا فطرہ شرعی فطرہ ہے۔ اگر خلط کریں گے تو نہ زکوٰۃ والے کی زکوٰۃ ادا ہوگی اور نہ فطرہ والے کا فطرہ۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں فرماتے ہیں بصورت یہ ہوسکتی ہے کہ زکوٰۃ دینے والے خالص مسلمان اپنی اپنی زکوٰۃ معتمد متدین کے پاس جمع کرے اور وہ اسے ملالینے کی اجازت دیں اور اس میں کوئی پیسہ غیر زکوٰۃ کا خلط

نہ کیا جائے نہ کسی وہابی یا رافضی یا نیچری یا قادیانی یا حد کفر پہنچے ہوئے گاندھوی کی زکوٰۃ اس میں شامل ہو کر ان لوگوں کی زکوٰۃ شرعاً زکوٰۃ نہیں یہ خالص زکوٰۃ شرعی کا جمع کیا ہوا مال کر مالکوں کے اذن سے خلط کیا گیا ان فقراء مظلومین کو پہنچایا جائے۔ ردالمحتار میں زیر عبارت مذکورہ درمختار ہے قولہ ضمن وکان متبرعا لانہ ملکہ بالخلط وصار مؤدیا مال نفسہ قال فی التتارخانیۃ الا اذا وجد الاذن او اجاز المالکان اھ و یتصل بہذا العالم اذا سئل للفقراء شیئاً وخلط یضمن قلت مقتضاہ انہ لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الاذن حینئذٍ دلالۃ۔

واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ ۶ سال پہلے ہوئی۔ بکر کبھی بھی ہندہ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ مارپیٹ کرتا رہا۔ وہ شراب پیتا ہے۔ مارتے وقت کئی بار بول چکا کہ جاؤ تم کو طلاق دیدیا۔ کئی بار کہا اور بکر نے دوسری شادی بھی کر لی۔ ہندہ کا کوئی خیال نہیں رکھتا۔ لہٰذا ہندہ دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں مع دلیل کے جواب مرحمت فرمائیں۔

سائل : نور محمد ساکن جیدوکولا ضلع دھنوسا (نیپال)

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر یہ بات صحیح ہے کہ کئی بار ہندہ سے کہا کہ جاؤ تم کو طلاق دے دیا تو ہندہ کو اس کے کہنے ہی سے طلاق واقع ہو گئی۔ اگر وہ تین بار کہا ہو تو کسی حال میں بکر اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور ایک بار طلاق دی ہے یا دو بار اور عدت بھی باقی ہے تو رجعت کر سکتا ہے اور عدت گذر چکی ہے اور بکر کی جانب سے عدت کے اندر رجعت نہ ہوئی ہے تو عدت گذرنے کے بعد اب رجعت نہیں کر سکتا۔ ہندہ کسی اور سے بعد عدت

نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ زید کی پھوپھی کا سوتیلا لڑکا بکر ہے جو دوسری ماں سے اور بکر کا لڑکا عمر ہے۔ اب زید وعمر میں چچا اور بھتیجا کا رشتہ ہے۔ اس صورت میں زید اپنی لڑکی کی شادی عمر کے لڑکے سے کرتا ہے اور عمر اپنی لڑکی کی شادی زید کے لڑکے سے اس حالت میں زید کے لڑکے کی عمر کی لڑکی بھتیجی ہوئی اور عمر کے لڑکے کو زید کی لڑکی پھوپھی ہوئی اب آیا ان دونوں کی آپس میں شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بہار شریعت ساتواں حصہ میں دیکھا گیا محرمات کے بیان میں تو اس بیان سے ان دونوں کا رشتہ نہیں ہوسکتا۔ اب حضور سے التماس ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد اسلام الدین پرریا مہوتری نیپال

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مستفسرہ میں ان دونوں کی شادی ہوسکتی ہے۔ بہار شریعت کے دیکھنے میں آپ کو دھوکا ہوا ہے۔ وہاں حقیقی صورتوں کا بیان ہے اور یہاں وہ صورت نہیں ہے لہذا جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں۔

زید کا کہنا ہے کہ مٹی کھانا حرام ہے اور بکر کہتا ہے کہ حرام نہیں ہے۔ دونوں میں اختلاف ہے۔ دلیل شرعی سے بتائیں کہ مٹی کھانا حرام ہے یا حلال۔ والسلام

سائل: عبدالمجید بوکاگھاٹ ڈسٹرکٹ جورہاٹ آسام

الجواب بعون الملک الوہاب

حرام ہے۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۷۴۲ طبع پاکستان میں فرماتے ہیں گِل خوردنی خالص سوندھی مٹی خوشبو خوش ذائقہ جسے خراسانی کہتے ہیں، بعض حاملہ عورتیں اور پست طبیعت لوگ اسے کھاتے ہیں طبّاً مضر اور شرعاً حرام ہے۔ اسی کے حاشیہ پر ہے۔ مٹی کا کھانا حرام ہے یعنی زیادہ کہ مضر ہے اور ہدایہ فقہ کی بہت معتبر کتاب کے باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ میں ہے والحرمۃ لیست من ضرورتہا النجاسۃ کالطین اسی کے تحت بین السطور میں ہے اذ ھو حرام۔

واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ سُنّیہ کی بکر وہابی کے ساتھ انجانے میں کچھ روز پہلے رسم کے مطابق شادی ہو گئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بکر وہابی ہے تو کیا ہندہ کو دوسری شادی کرنے کے لیے طلاق کی ضرورت ہے؟ یا بلا طلاق کسی سنّی سے عقد نکاح کر دیا جائے؟ دلیل شرعی سے بتائیں۔ والسلام

سائل: جنرل سکریٹری گونگی منصوری ہنس پور

لمہنیا (نیپال)

الجواب بعون الملک الوہاب

وہابی اپنے عقیدہ کفریہ کے باعث خارج از اسلام ہے۔ کسی سے اس کا نکاح جائز نہیں ہے۔ جس سے بھی اس کا نکاح ہوگا باطل ہوگا کہ وہابی محل نکاح نہیں ہے طلاق کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ کسی سُنّی صحیح العقیدہ سے ہندہ کا نکاح کر دیں کما فی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص۱۹۰

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّٰی بی بی زینب کا نکاح زید سے ہوا اور بی بی زینب زید کی منکوحہ بن کر رہنے لگی۔ زینب کچھ دنوں کے لیے اپنے میکے آئی۔ اب زینب کا ماموں بکر، زینب اور زینب کی ماں کو اپنے گھر لایا۔ ان تینوں کے خفیہ ارادے کی خبر نہ زید کو ہوئی اور نہ اس گاؤں والے کو جہاں بکر لایا۔ بکر نے اپنے لڑکے حفیظ سے اس کا نکاح پڑھوایا اس گاؤں میں جہاں بکر کا گھر ہے گاؤں والوں نے بکر سے پوچھا کہ ازیں قبل لڑکی کسی کی منکوحہ تھی یا نہیں تو بکر یک زبان ہو کر مسجد کے پاس کہ یہ لڑکی اب تک کنواری ہے بعدہٗ بکر زینب اور اس کی ماں تینوں نے خداوند قدوس کو حاضر و ناظر جان کر قاضی و گواہوں کے سامنے شہادت دی۔ اس کے بعد حفیظ کا نکاح زینب کے ساتھ پڑھا دیا گیا۔ چند دنوں بعد حفیظ کی طبیعت ناساز ہوئی زینب اسی حال میں حفیظ کو چھوڑ کر عمر کے ساتھ اس کے گھر میں رہنے لگی۔ فی الحال عمر ہی کے ساتھ بطور بیوی کے رہتی ہے۔ اب اس مسئلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے علمائے دین مفصل ومدلل و مکمل ثبوت کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں کیا زینب کا نکاح عمر سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) **کیا فرماتے ہیں** علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّٰی بی بی کلثوم ایک غیر مسلم کو لے کر چلی گئی۔ اب واپس پھر گھر آ گئی اور اس غیر مسلم کا کلثوم کو حمل ہو گیا اب اس حال میں اس غیر مسلم کو اسلام مذہب میں شامل کرنے کا طریقہ و کلثوم و غیر مسلم کے نکاح کے مسئلے علمائے دین مدلل ثبوت کے ساتھ سائل کے سوال کا جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی:

عبدالستار موضع چندرپور، پوسٹ مہندر نگر دھنوسا نیپال

الجواب بعون الملک الوھاب

زینب ملعونہ کا نکاح عمر ملعون سے ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ زینب اور عمر پر فرض ہے کہ

دونوں جلد از جلد ایک دوسرے سے جدا ہو جائے۔ ایک آن کے لیے بھی دونوں کا ساتھ رہنا حرام حرام اشد حرام ہے۔ گاؤں والوں پر بھی باوصف قدرت واجب ولازم دونوں کو جدا کردینا ہے۔ ورنہ سب کے سب گنہگار مستحق غضب جبار وقہار وعذاب نار ہوں گے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں خداوند ذوالجلال نے ارشاد فرمایا والمحصنٰت من النساء حرام ہے شوہر دار عورتیں۔ اور زینب زید کی منکوحہ ہے تو جب تک زید طلاق نہ دے گا۔ کسی کے لئے زینب حلال نہیں ہو سکتی۔ زینب کا نکاح حفیظ سے محض باطل ہوا۔ بکر زینب اور اس کی ماں تینوں گنہگار اور سخت حرام کار ہوئے۔ سب پر توبہ فرض اور احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے اور جب تک توبہ نہ کرلے، ان سب کا بائیکاٹ شرعاً ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۲) الجواب بعون الملک الوہاب

نعوذ باللہ، نعوذ باللہ، نعوذ باللہ من ذالک کلثوم اگر بے شوہر تھی تو غیر مسلم اپنے مذہب باطل سے بیزاری کرتے ہوئے اسلام کا کلمہ پڑھے اور دین اسلام کو صدق دل سے صحیح مان لے تو کلثوم کا نکاح اس سے ہو سکتا ہے اور اگر شوہر دار ہے تو اپنے شوہر کی ہی بیوی ہے تو جب تک وہ طلاق نہ دے کسی سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں

(۱) بکر نے زید کی بیوی ہندہ سے زنا کیا۔ ہندہ حاملہ ہو گئی اور ہندہ بکر ہی کے گھر میں چلی گئی۔ زید کو یہ خبر ملی تو زید نے کیس کرنا چاہا لیکن چند لوگوں کے سمجھانے پر زید کیس کرنے سے رک گیا۔ اور گاؤں کے چند لوگوں کو جمع کر کے بکر سے پوچھا کہ تم نے ایسی غلطی کیوں کی اور دوسرے

کی عزت تونے لوٹی۔ بکر نے اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ گاؤں والوں نے بکر سے سات آٹھ سو روپئے لے کر دیا اور کہا کہ ہندہ کو طلاق دے دو لہٰذا زید روپئے لیکر ہندہ کو طلاق مغلظہ دیکر آزاد کر دیا کچھ ماہ کے بعد ہندہ کو مردہ بچہ پیدا ہوا۔ اب بکر اسی ہندہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے مدلل جواب عنایت فرماکر شکریہ کا موقع دیں۔

(۲) زانیہ کے لیے طلاق کی عدت کیا ہے۔ وضع حمل کے بعد زانیہ دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: مولانا نذیر احمد موہن پوری نیپالی۔ ۲۴ / ۲ / ۱۴۰۶ھ

الجواب بعون الملک الوہاب

العیاذ باللہ واستغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۱؎ چونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور بعد طلاق وضع حمل ہو گیا۔ لہٰذا شخص مذکور اس ہندہ سے نکاح کر سکتا ہے۔ بدائع الصنائع ج ۳ ص ۱۹۲ میں ہے واما عدۃ الحبل فھی مدۃ الحمل والاصل فیہ قولہ تعالی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ای انقضاء اجلھن ان یضعن حملھن

اور ھدایہ ص ۴۰۳ پر ہے وان کانت حاملا فعدتھا ان تضع حملھا لا طلاق قولہ تعالی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔

۲؎ زانیہ کے لیے کوئی عدت نہیں قبل وضع بھی وہ نکاح کر سکتی ہے مگر اس سے وطی جائز نہیں۔ اگر حمل غیر سے ہے۔ اور اگر حمل اسی کا ہے جس سے اس کا نکاح ہوا ہے تو وہ وطی بھی کر سکتا ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے لا تجب علی الحامل بالزنا لان الزنا لا یوجب العدۃ الا انہ اذا تزوج امرأۃ وھی حامل من الزنا ء

جاز النکاح عند ابی حنیفۃ و محمد لا یجوز لہ ان یطاءھا مالم تضع لئلا یصیر ساقیا ماءہ زرع غیرہ اور یہی مستفاد ھدایہ سے ہے اور فتح القدیر جزء ثالث ص ۱۴۵ پر ہے اما لو کان الحبل من زنا منہ جاز النکاح با لاتفاق کما فی الفتاوی الظہیریۃ محالا الی النوازل قال رجل تزوج حاملا من زنا منہ فالنکاح صحیح عند الکل ویحل وطؤھا عند الکل اور عالمگیری جلد ثانی ص ۱۳۴ پر ہے لا تجب العدۃ علی الزانیۃ وھذا قول ابی حنیفۃ و محمد کذا فی شرح الطحاوی اور رد المحتار جلد دوم ص ۶۵۵ میں ہے فلا عدۃ علی الحامل من زنا اصلا (بحر) اور فتاوی رضویہ جلد پنجم میں ص ۱۱۴ پر ہے مگر خود زانی ہی سے نکاح کر لیا جس کا حمل رہا تھا تو اس سے صحبت کرنا بھی جائز ہو جائے گی اور غیر سے نکاح ہوا تو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے وہ ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ دختر وہابی کا نکاح پسر وہابی سے ہو چکا ہے۔ اب اس وہابیہ لڑکی کو ایک سنی لڑکے سے ساز باز ہو گئی ہے اور وہ وہابیہ سنی سے نکاح کرنا چاہتی ہے کیا شریعت مطہرہ اس نکاح کو جائز رکھتی ہے یا نہیں۔ اگر رکھتی ہے تو اس کی کیا صورت ہے۔

المستفتی: عبد الجلیل جدوکوھا دھنوسا نیپال

الجواب بعون الملک الوھاب

وہ جب اپنے باطل مذہب سے صحیح توبہ کر کے مذہب حق مذہب اسلام وسنت میں داخل ہو جائے تو اس سے نکاح ہو سکتا ہے۔ مگر دونوں سزا کے مستحق ہیں۔ اگر ناجائز طور پر محبت کی ہو۔ حد یہاں کہاں، مگر سرزنش ضرور کریں۔ تفسیر خزائن العرفان سورہ نساء

یں ہے جھڑکو، کھڑکو، بُرا کہو، شرم دلاؤ، جوتیاں مارو اور جلالین شریف میں بدکار مرد وعورت کے بارے میں فرمایا فاذوھما بالسّبّ والضّرب والنعل یعنی ان کو دکھ پہنچاؤ، بُرا بھلا کہو، جوتے مارو تاکہ عبرت ہو اور ناجائز پر جرأت نہ کریں۔

واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہندہ نے اپنے شوہر زید پر غلط تہمت لگائی جس کی تحقیق کے لیے لوگوں نے زید کو بلایا اور اس سے دریافت کیا یہ تہمت صحیح ہے یا نہیں جس پر زید نے اقرار کیا کہ ہم اسے طلاق دیدیے ہوئے ہیں۔ بعدہٗ چند ماہ تک دونوں میں جدائی رہی لیکن اب چند دنوں سے دونوں کا ایک ساتھ رہنا شروع ہو گیا ہے۔ جس پر لوگوں نے گرفت کی۔ اب زید کا قول یہ ہے کہ میں اسے طلاق نہیں دیا تھا بلکہ اس کی فطرت کی بنیاد پر ایسا کہہ دیا تھا۔ نیز ہندہ بھی اقرار کر رہی ہے کہ مجھے طلاق نہیں دیئے تھے صورت مسئولہ کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں عنایت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

المستفتی:۔ محمد غلام مصطفیٰ باسوپٹی بازار مدھوبنی بہار
۳۱ ر ۸۶

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی۔ گرچہ طلاق کی نیت سے یہ جملہ کہ ہم اسے طلاق دے دیئے ہوئے ہیں نہ کہا ہو۔ سائل سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس کی عدت گذر چکی ہے فلہٰذا اب پھر سے نکاح کرے۔ ورنہ اس کے ساتھ زید کا اٹھنا، بیٹھنا، خلوت، سب ناجائز وحرام ہوگا اور زنائے خالص اور اس سے اولاد اولاد زنا ہو گی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہٰذا کے بارے میں کہ زید کو شادی کیے ایک سال ہو رہا ہے۔ اس درمیان میں زید نے کبھی بھی لڑکی کو نہیں بلوایا اور نہ لڑکی ہی سسرال گئی اور نہ ہی کبھی زن وشوہر جیسا تعلق بلکہ زید شادی کے بعد اپنے گھر اور ہندہ بھی اپنے ہی گھر رہتی تھی۔ کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ہندہ بکر کے ساتھ فرار ہو گئی اور ایک ماہ بکر ہندہ کے ساتھ دوسری جگہ رہنے لگا۔ بعدہٗ پھر بکر ہندہ کے ساتھ اپنے وطن واپس ہوا لیکن تین ماہ بکر ہندہ کے ساتھ تھا اب اس پر شریعت کا کیا حکم ہے اور اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا کیسا۔ تین مہینہ کے بعد زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا ہے اب جبکہ بکر شادی کرنا چاہتا ہے تو کیا اب وہ ہندہ عدت بھی گذارے گی یا نہیں۔ منقح مدلل مع دستخط ومہر کے جواب دیں۔

بینوا وتوجروا

المستفتی: شفیع محمد مقام مجروادایا ملنگوا پوسٹ ہرلوہ ضلع سرلاہی نیپال

الجواب بعون الملک الوھاب

ہندہ چونکہ اپنے شوہر کی غیر مدخولہ ہے۔ اس لیے اس پر عدت نہیں ہے کما فی الھدایۃ والفتاوی الرضویۃ، بکر ہندہ سے شادی کرسکتا ہے۔ مگر دونوں کو ایسی سزا دینا لازمی ہے جس سے عبرت ہو کہ بکر اور ہندہ مذکورہ دونوں نے سخت جرم کا ارتکاب کیا ہے اور دونوں مستحق قہر قہار اور مستوجب عذاب نار ہے۔ تو بیا علانیہ کرائیں، جوتے لگائیں تاوقتیکہ توبہ مقاطعہ کریں۔ سلام وکلام نشست وبرخاست سب بند رکھیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مندرجہ ذیل میں کہ زید کھانے پینے کی معمولی جھنجھٹ کی بنا پر اپنی بیوی سے کہا کہ میں تم کو طلاق دے دوں گا اور تمہارے باپ

کو بلا کر مہر دین ادا کر دوں گا۔ یہ زید کا کہنا ہے اور گواہ ہیں دو عورت ہے۔ ایک کا کہنا ہے کہ ہم نے ایک مرتبہ طلاق دیتے ہوئے سنا ہے اور دوسری عورت کا کہنا ہے کہ ہم نے دو مرتبہ طلاق دیتے ہوئے سنا ہے اور ہندہ کا کہنا ہے کہ ہم کو تین چار دفعہ کہا کہ تم کو طلاق دیا ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

ہندہ گواہ ثقہ دو مرد یا ایک مرد عادل اور دو عورت عادل پیش کرے تو طلاق ثابت ہو جائے گی ورنہ زید سے طلاق پر حلف لیا جائے اگر وہ قسم کھالے گا کہ اس نے وہی جملہ کہا ہے جو استفتا میں درج ہے یعنی " طلاق دے دوں گا " تو اس جملہ کے کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی کہ وہ کلمات طلاق سے نہیں ہے اور ہندہ بدستور اس کی زوجہ ہے کمافی فتاوی رضویہ جلد پنجم۔

واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آپسی تنازع کی بنیاد پر زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ میرا گھر خالی کر دو۔ ہندہ نے کہا کہ اگر تو ایک باپ کا بیٹا ہے تو مجھے جواب دیدو۔ زید نے کہا کہ جاؤ میں تمہیں طلاق دے دیا اور یہ جملہ زید نے متعدد بار کہا جس پر چند حضرات شاہد ہیں۔

ہندہ نے روپیہ کا مطالبہ کیا۔ زید نے پانچ سو (۵۰۰) روپے ہندہ کو دیا۔ اس نے کہا کہ میرے نکاح کا روپیہ اور ہے۔ اس پر زید ایک ہزار روپیہ دیا۔ ہندہ اپنے میکے چلی گئی۔ ابھی دونوں میں جدائی ہے۔

زید اب لوٹانا چاہتا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ صورت مسئولہ کا کیا حکم ہے۔ زید کس طرح لوٹائے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مستفسرہ میں تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔

فان ھذا اللفظ من الرجل لامرأته لایستعمل الا فی معنی الطلاق ولا یراد ولا یفھم منه الا ھذا فکان من الصریح الذی لا یحتاج الی النیة۔

چونکہ تین طلاقوں کے بعد عورت شوہر پر بحرمت مغلظہ حرام ہو جاتی ہے تو اب زید نہ لوٹا سکتا ہے نہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے جب تک کہ حلالہ نہ ہو لے۔ یعنی ہندہ بعد عدت دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور وہ دوسرا بعد صحبت طلاق دے۔ پھر عدت گذرے تو زید اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ بے حلالہ ہندہ زید کیلئے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہو سکتی۔ قرآن شریف کے دوسرے پارہ میں ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ ۚ فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا۔

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق دی تو اب عورت اسے حلال نہ ہوگی۔ جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ پھر اگر دوسرا اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ عمدة الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد ثانی کے ص۸۱ پر بخاری شریف، مسلم شریف، نسائی شریف، ابن جریر اور بیہقی سے منقول ہے۔

عن عائشة ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت زوجا وطلقها قبل ان یمسها فسئل النبی صلی اللہ علیه وسلم اتحل للاول قال لا حتی یذوق من عسیلتها کما ذاق الاول۔

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ ایک مرد نے اپنی عورت کو طلاق دے دی۔ وہ عورت بعد عدت دوسرے سے نکاح کر لیا۔ پھر اس نے ہمبستر ہونے سے پہلے ہی طلاق دیدی تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اس کا مسئلہ دریافت

گیا کہ کیا وہ عورت پہلے شوہر کے لیے اس دوسرے کی طلاق کے بعد حلال ہوئی؟ تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں جب تک کہ یہ دوسرا اس سے ہمبستر نہ ہولیتا جیسا کہ پہلا ہوا تھا۔

مذکورہ بالا بیان سے یقینی طور پر عیاں ہوگیا کہ ہندہ زید کے لیے بے حلالہ جائز نہ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں برائے کرم قرآن و حدیث کے مطابق جواب دیں۔ زید و ہندہ کے درمیان میاں بیوی کا تعلق ہے۔ جھگڑا ہونے کی بنیاد پر جواب دینے کی نوبت آگئی۔ بیان نیچے درج ہے۔

زید کا بیان ـــ مجھے جب باپ کا طعنہ دیا تو میں نے اپنی بیوی کو ایک بار جواب دیا اور روپئے دینے کے بعد کئی بار نکل نکل کہا۔

ہندہ کا بیان ـ ایک بار جواب دینے کے بعد میں نے جوابی روپئے کا مانگ کیا تو زید نے پانچ سو روپئے ایک بار دیا۔ پھر میں نے کہا کہ جوابی روپئے اور ہوگا تو زید نے پانچسو روپئے اور دیا۔ اور کہا کہ ہمارے گھر سے نکل جاؤ اور میں نکل گئی۔

ہندہ کی گوتنی کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار ہی جواب دینے کا لفظ سنی اور پڑوسن عورتوں کا بیان یہ ہے کہ ان لوگوں نے بھی ایک ہی بار جواب دینے کا لفظ سنا۔

سائل: ماسٹر محمد حبیب اللہ باسوپٹی۔

الجواب بعون الملک الوھاب

لفظ "جواب" اس اطراف میں عرف میں طلاق صریح ہے کہ عورت کی طرف اس کی اضافت سے طلاق ہی مراد ہوتی ہے۔ ردالمحتار ص ۴۶۹ جلد ۲ میں ہے

الصریح ما غلب فی العرف استعمالہ فی الطلاق بحیث لا یستعمل

عرفا الا فیہ من ای لغۃ کانت وھذا فی عرف زماننا کذالک فوجب اعتبارہ صریحًا۔

تو اس لفظ جواب سے زید کی بیوی ہندہ کو ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ عدت کے اندر اندر رجوع کرسکتا ہے لیکن زید نے اپنے الفاظ "نکل نکل" میں طلاق کی نیت کی ہوگی تو دو طلاق بائن پڑگئی۔ ایک لفظ جواب سے اور ایک لفظ "نکل نکل" سے لان الرجعی قد صار بلحوق البائن بائنًا اس صورت میں جدید نکاح کی حاجت ہوگی ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی واللہ اعلم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان مسئلہ ذیل میں کہ۔

زید اور بکر دونوں میں کسی بات پر تنازعہ ہوگیا۔ زید نے بکر سے کہا کہ تم میری مسجد میں کیوں نماز پڑھتے ہو تو بکر نے جواب میں کہا کہ میں نے اینٹ ڈھویا ہے۔ نماز میں مسجد میں پڑھوں گا۔ بعد میں بکر نے مسجد میں نماز پڑھنا بند کردیا کہ یہ بات کیوں بولا۔ زید پر بولنے کا کچھ کفارہ بھی لاگو ہوگا یا کیا کرنا ہوگا۔

لہٰذا حضرت سے گذارش ہے کہ حدیث وقرآن کی روشنی میں مدلّل ومفصّل جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد سلیم الدین مجاہد ضلع سرہا نیپال

الجواب بعون الملک الوھاب

زید اور بکر دونوں جہالت پر ہیں۔ مسجد کسی کی ملک نہیں ہوتی۔ ہر مسلمان کو عبادت کرنے نماز پڑھنے کا حق ہے۔ کوئی روکنے کا حق بلاوجہ شرعی نہیں رکھتا۔ روکنے والا گنہگار اور سخت ظالم ہے۔ قرآن پاک میں ہے ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان

یذکر فیھا اسمہ (یاالصلوٰۃ والتسبیح) زید سچے دل سے توبہ کرے اور کسی مسلمان کو مسجد میں عبادت سے نہ روکے۔ اور بکر کو بھی صرف اتنی بات پر مسجد چھوڑ دینا جائز نہیں ہے جب تک کہ کوئی وجہ شرعی نہ ہو کہ اس پر بھی مسجد کا آباد کرنا ہے۔ یہ بھی دل سے توبہ کرے اور ہٹ کو چھوڑے۔ اور مسجد کو آباد کرے۔ نماز پڑھے اور دنیوی اختلافات کو مسجد میں نہ لائے۔

واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو بحالت حمل جواب دے دیا۔ ہندہ کو تقریباً آٹھ ماہ کا حمل باقی ہے۔ زید کا قول ہے کہ میں نے صرف ایک مرتبہ کہا کہ میں نے تم کو جواب دیا۔ دو عورت گواہ اور خود ہندہ کا یہ قول ہے کہ زید نے میرے سامنے تین چار مرتبہ کہا میں نے تم کو جواب دیا۔

لہٰذا حضور سے گذارش ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی۔ اور دونوں کے درمیان اتفاق کی کیا صورت ہوگی۔ از روئے شرع مدلل و مفصل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

نوٹ:- اور اس کی عدت کیا ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی نے قصداً پوری عدت نہ گذار کر صرف دو حیض کے بعد نکاح کر دیا تو نکاح پڑھانے والے کے اوپر کیا حکم عائد ہوگا۔

المستفتی: عبدالرحمٰن برکاتی گور چھاری لہان نگر پنچایت سرہا نیپال

الجواب بعون الملک الوھاب

واقعی اگر تین طلاق زید نے دی ہے تو ہندہ زید کے لیے بے حلالہ ہرگز ہرگز جائز نہ ہوگی۔ زید اب ہندہ کو اس صورت میں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اس کے ساتھ میاں بیوی کا سا سلوک ... مستحق ہوگا۔

کہ تین طلاق کے بعد اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس کی زوجہ رہے اور اگر ایک ہی طلاق دی ہے جیسا کہ زید کا بیان ہے تو عدت کے اندر اندر زید کو رجوع کا حق ہے۔ مگر زید سے اس پر قسم لی جائے گی۔ اگر کھالے گا تو زید کی بات مان لی جائے گی اور وہ بدستور زید کی بیوی قرار پائے گی۔ اگر قسم سے انکار کرے تو عورت تین طلاق کے ساتھ مطلقہ سمجھی جائے گی۔ اور زید کے لیے ہرگز جائز نہ ہوگی۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ اور جس شخص نے جان بوجھ کر عدت کے اندر نکاح کر دیا تو اس پڑھانے والے اور اس نکاح میں بخوشی شامل ہونے والے سب کا نکاح گیا اور اس کا بھی نکاح نہ ہوا جس کا پڑھایا گیا۔ سب پر توبہ فرض ہے اور توبہ کے بعد تجدید نکاح لازم کلّھا فی فتاوٰی رضویہ جلد پنجم۔

واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ــــ

زید نے اپنی بیوی ہندہ سے یوں کہا کہ میں نے تم کو جواب دے دیا۔ جواب دیدیا، بعدہٗ دونوں میں جدائی رہی جس کا تقریباً دو سال سے زیادہ کا زمانہ گزر رہا ہے۔ اب زید چاہتا ہے کہ ہندہ کو اپنی زوجیت میں لاؤں اور ہندہ بھی چاہتی ہے کہ زید کی زوجیت میں جاؤں صورت مسؤلہ میں زید کس طرح ہندہ کو اپنی زوجیت میں لائے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد مجیب الرحمٰن ساکن بھیموان کوریاہی، سیتا مڑھی ۱۲ ۹/۸۱

(ہندہ) میں چاہتی ہوں کہ زید کی زوجیت میں جاؤں (سفینہ خاتون)

سامعین (۱) محمد مجیب الرحمٰن (۲) محمد ظہیر الحق (۳) عبدالقادر

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسؤلہ میں ہندہ پر دو طلاق رجعی واقع ہوگئی کہ لفظ "جواب" پر طلاق صریح

کی تعریف صادق آتی ہے۔ ردالمحتار جلد دوم ص۴۶۹ پر ہے۔ الصریح ما غلب فی العرف استعماله فی الطلاق بحیث لا یستعمل عرفا الا فیه من ای لغة کانت وهذا فی عرف زماننا کذلک فوجب اعتباره صریحا۔

ہندہ اگر عدت میں ہے یعنی وقت طلاق سے اب تک تین حیض نہ ہوئے ہوں تو زید رجعت کر سکتا ہے۔ نکاح کی حاجت نہیں اور اگر عدت پوری ہو چکی ہو، تین حیض ہندہ کو ہو چکے ہوں جیسا کہ ظاہر طول مدت سے ہے تو وہ زید کے نکاح سے نکل چکی۔ بائن ہو گئی۔ اب دوبارہ نکاح کر کے زید اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے۔ مگر یہ اسی صورت میں ہے کہ زید نے صرف یہی دو طلاق دی ہو۔ نہ اس سے پہلے کوئی طلاق دی ہو نہ بعد میں عدت کے اندر اور اگر تین طلاق دی ہو تو بلا حلالہ ہندہ زید کے لیے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہو سکتی۔ کما فی شرح وقایه والهدایة وغیرهما والله اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اور ہندہ کو جھگڑا ہوا۔ زید نے ہندہ سے کہا۔ تم اپنے والد کو بلاؤ جواب دیدیں گے۔ زید کی یہ بات پانچ عورتیں اور ایک مرد نے سنا۔ زید اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھومنے جاتا تھا تو ان کے ساتھی نے پوچھا تم اپنی بیوی کو طلاق دیدیئے ہو۔ زید غصہ میں آکر کہا ہاں۔ جواب دیدیا ہوں۔ لوگوں کے کہنے پر ہندہ اپنے میکے چلی گئی۔ والد کو بلانے کے لیے زید کل ہو کر آدمی کو بھیجا ہندہ کو بلانے کیلئے۔ ہندہ اور ان کے والد دونوں آئے۔ لوگوں سے ہندہ کے والد دریافت کیا تو مذکورہ بات ثابت ہوئی۔ صورت مذکورہ میں کون سی طلاق واقع ہوئی قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی :- محمد یعقوب رضوی مقام و پوسٹ ڈیما ضلع مدھوبنی

(بہار)

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مذکورہ بالا میں ہندہ کو ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی۔ اگر عدت میں ہے تو زید رجعت کر سکتا ہے۔ اور اگر عدت گذر چکی ہے تو دوبارہ نکاح کی حاجت ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب

بحضور فیض گنجور علامہ شیر نیپال جناب مولانا محمد حبیش صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میں حضرت سے گذارش کرتا ہوں کہ ایک لڑکا ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا ہے جسکی شادی ہو چکی تھی۔ لڑکے نے اس لڑکی کو دو چار ماہ تک باہر رکھا۔ کچھ دنوں کے بعد لڑکا لڑکی کے ساتھ آیا۔ ذاتی بندھن سے میٹنگ ہوئی۔ اس حالت میں لڑکی کا پہلے والا شوہر طلاق دے دیا۔ طلاق دیئے ہوئے تقریباً ۱۵ روز ہوئے ہیں۔ لڑکی جس لڑکے پر عاشق ہوئی تھی اس لڑکے کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟

میں نے کہا تین ماہ تیرہ روز عدت رکھنا ہوگی۔ ایک مولوی صاحب نے کہا اس کی کوئی عدت نہیں۔ بات طول پکڑ گئی ہے۔ حضرت سے التجا کرتا ہوں کہ اگر نکاح ابھی درست ہے؟ اس کا بھی فتویٰ دیں گے۔ اگر عدت گذارنا ہوگی اس کا بھی جواب دیں گے۔ تاکہ اپنی بستی میں مسئلہ حل ہو جائے۔ عین نوازش ہوگی۔

فقط والسلام۔ محمد شہادت حسین مقام کیحریا

دھنوسا نیپال ۱ر ۲ر ۱۹۸۴ء

الجواب بعون الملک الوھاب

طلاق کے بعد عدت عورت پر ضروری ہے۔ بلا عدت نکاح ہرگز ہرگز درست نہ ہوگا۔ ایسا نکاح حرام۔ پڑھانے والا اور اس میں رضا کے ساتھ حاضر ہونے والے

سب گنہگار اور مستحق عذاب نار ہوں گے اور سب کا اپنا نکاح بھی چلا جائے گا۔ جو کہتا ہے اس کی عدت نہیں وہ غلط کہتا ہے۔ بے علم فتویٰ دیتا ہے۔ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ توبہ کرے خدا سے شرمائے۔ آئندہ بے دلیل زبان نہ ہلائے اور عورت کی تین ماہ تیرہ کے ساتھ صرف عدت بتانا یہ بھی غلط ہے بلکہ عورت کے اصناف کے لحاظ سے عدت ہے، عورت اگر نابالغہ یا ضعیفہ ہے تو عدت تین ماہ ہے اور اگر بالغہ حائضہ ہے تو تین حیض ہے۔ خواہ یہ تین حیض تین برس یا چھ برس یا تین ماہ میں تمام ہو اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل ہے۔ دیکھیں عورت کیسی ہے۔ اسی کے مطابق عدت گذارے۔ اب عدت کے بعد نکاح ہو سکتا ہے۔ اگر دوسری کوئی وجہ رضاعت وغیرہ مانع نہ ہو۔

واللہ اعلم بالصواب۔ یکم صفر ۱۴۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ زید نے اپنی بیوی خالدہ کو غصہ کی حالت میں کہا کہ تم لوگ میرا مال کھا گئی ہو۔ تم لوگ یہاں سے چلی جاؤ نہیں تو ایک دو تین کر طلاق دیدوں گا۔ زید نے اپنے بھائی سے کہا کہ "طلاق دے دیو" چونکہ زید کو دو بیوی ہے اور پہلی والی بیوی جو سامنے کھڑی تھی، اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارا دین مہر صرف ایک سو پچیس روپے ہیں تم گیارہ سو لے لو۔ کچھ لوگ جو وہاں کھڑے تھے، ان کا کہنا ہے کہ زید نے کہا تھا کہ دے دیو، دے دیو یعنی دیدیا۔ اور میاں بیوی دونوں قسمیہ کہتا ہے کہ زید نے کہا تھا کہ "دے دیو" دے دیو نہ کہا تھا اب علمائے دین کا کیا خیال ہے۔ میاں، بیوی کو خلاصہ لکھ کر تسکین بخشیں۔

سائل: محمد ناظر علی یہاں بازار، سرہا نیپال

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مستفسرہ میں اگر گھر کے لوگ نمازی، متقی، پرہیزگار سنی صحیح العقیدہ ثقہ ہیں

تو ان کی گواہی مقبول ہو گی اور خالدہ کو ایک طلاق رجعی پڑ جائے گی۔ بلا نکاح زید خالدہ کو عدت کے اندر اندر زوجیت میں لے سکتا ہے اور اگر عدت گذر چکی ہے تو نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔ اور اگر گواہان عادل متقی نمازی نہیں ہے بلکہ غیر متشرع ہیں تو ان کی گواہی مقبول نہیں ہوگی۔ میاں بیوی کا قول مان لیا جائے گا۔ طلاق واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ کلمۂ دَدیبو ہم تم کو طلاق دیدیں گے زمانۂ مستقبل کے لیے وعدہ ہے۔ ایسا لفظ اگر ہزار بار بھی کہے کہ تمہیں دیدیں گے یا "دَدیبو" طلاق نہ ہو گی۔

واللہ اعلم بالصواب

۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کا جانشین و متولی تھا اور درگاہ کا سجادہ نشین و متولی تھا۔ زید اس مسجد و درگاہ کا واحد با اختیار حسب دستور سابق بذریعہ تولیت نامہ متولی و جانشین و سجادہ نشین و متولی منتخب کردہ تھا۔ اس کو اپنی جانب سے متولی و جانشین مسجد سجادہ نشین و متولی درگاہ کے لیے مناسب شخص کو اپنی جانب سے مقرر کرنے کے اختیارات دیئے تھے اور اسے یہ حق حاصل تھا بموجب اپنے اختیارات سونپنے۔ لہٰذا زید متولی و جانشین اور سجادہ نشین و متولی درگاہ مذکورہ نے بعمر ۸۰ کی ضعیف العمری اور لاغری کی وجہ سے اپنی جانب سے اپنی حیات میں حسب دستور سابق بذریعہ تولیت نامہ باضابطہ مورخہ ۳۱ / ۱۲ / ۷۰ء کو اس مسجد و درگاہ عالیہ مذکورہ کا اپنی جانب سے سجادہ نشین و متولی درگاہ اور جانشین و متولی مسجد مقرر کر دیا۔

اس سے پہلے بھی باضابطہ اسی طرح مسجد و درگاہ مذکورہ کے جانشین و متولیان و سجادگان و متولیان بموجب تولیت نامہ باضابطہ ایک کے بعد دوسرے کو اسی طرح اختیارات دیتے چلے آئے ہیں۔ زید کا منتخب کردہ موجودہ متولی

وجانشین مسجد وسجادہ نشین ومتولی درگاہ مذکورہ بموجب تولیت نامہ مرقومہ ۳۱ر ۱۲ر ۷۰ءحسب دستور سابق قائم ہے بمسجد ودرگاہ سے متعلقہ وقف نامہ فساد میں برباد ہوگیا۔

کیا زید کا منتخب کردہ مسجد ودرگاہ کا جانشین ومتولی وسجادہ نشین ومتولی روبروئے شریعت محمدیہ مقرر کیا جاسکتا ہے؟

المستفتی: عزیز الرحمن ۴ار رحمان بلڈنگ بلبلی خانہ دلی ۲

۹۲ - ۷۸۶

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم الروف الرحیم ۃ

الجواب بعون الملک الوھاب

والیہ المرجع والمآب

مذکورہ فی السوال کے مطابق چونکہ زید کو اختیار عمومی حاصل ہے۔ اس لیے وہ اپنی حیات میں غیر کو متولی بنا سکتا ہے۔ فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۳۳ میں ہے واذا اراد المتولی ان یقیم غیرہ مقام نفسہ فی حیاتہ وصحتہ لایجوز الا اذا کان التفویض الیہ علی سبیل التعمیم ھکذا فی المحیط۔

اور درمختار شرح تنویر الابصار ج ۳ ص ۴۵ میں ہے اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ر ان کان التفویض لہ بالشرط عاما صح۔

اور الاشباہ والنظائر میں ہے المناظر اذا فوض المنظر لغیرہ فان کان التفویض بالشرط صح مطلقاً۔

مذکورہ بالا کتب معتبرہ مشہورہ بین الفقہاء والعلماء کی روشنی میں روز روشن کی طرح روشن ہوگیا کہ زید کا اپنی حیات میں کسی اہل کو مسجد ودرگاہ کا متولی بنانا صحیح و درست ہے۔ اور جسے متولی بنایا وہ بلا شک وشبہ عبادت گاہ مسجد اور خانقاہ درگاہ

دونوں کا متولی ہو گیا۔ اس میں کسی کو چوں چرا کا حق نہیں پہنچتا۔ رہی سجادگی تو صاحب سجادہ زید اپنی حیات میں جس نیکو کار کو اپنا جانشیں مقرر کرے گا، وہی اس کا جانشیں و سجادہ نشیں قرار پائے گا۔ دوسرے کو اس کی تقرری کا حق حاصل نہیں۔ فتاوی رضویہ ج ۶ صفحہ ۵۲ پر ہے

شیخ از عالم نقل کرد و کسے را خلیفہ نہ گرفت قوم و قبیلہ وارثے یا مریدے کہ بخلافت دے تجویز نمایند ایں خلافت نزدیک مشائخ روا نیست وایں نوع خلافت را خلافت افترائی گویند

اس بیان سے پورے طور پر عیاں ہو گیا کہ زید اپنی زندگی میں ہی جس اہل کو اپنا جانشیں (خلیفہ) مقرر کرے گا، وہی اس کا صحیح نائب اور صاحب سجادہ ہو گا کہ دستور بزرگان کے مطابق اسی کو یہ حق اپنی زندگی میں حاصل ہے۔ کسی دوسرے قوم یا قبیلہ وارث یا مرید کو حاصل نہیں۔ اور مسجد و درگاہ سے متعلقہ وقف نامہ کے ضائع ہو جانے کی وجہ سے زید کا حق تولیت و سجادگی (خلافت) جو سلف سے ملا ہے باطل نہ ہو جائے گا۔ کہ کاغذات تو محض توثیق و تثبیت کے لئے ہوتے ہیں۔ کاغذات کا دربارۂ خلافت و سجادگی وغیرہ کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ کسی بااختیار متولی اور صاحب سجادہ کا صرف زبانی کہہ دینا کسی اہل کے حق میں کہ اوقات درگاہ و مسجد کا اور خانقاہ کا میں نے فلاں کو متولی بنایا اور سجادگی دی کافی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۲۵ ر ۱۲ ر ۱۴۰۵ھ

۴۸۹/۹۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک اہلسنت و جماعت کی لڑکی کی شادی ایک دیوبندی لڑکے سے تقریباً چار برس پہلے ہو چکی ہے اور وہ لڑکا دیوبندی مدرسہ میں زیر تعلیم ہے۔ لڑکی بالغہ ہو چکی ہے۔ چند بار لڑکا کے یہاں جا کر رخصتی کے لئے کہا۔ مگر وہ کسی صورت تیار نہیں ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے۔ عزت و آبرو کا خطرہ ہے۔ میں کیا کروں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا و توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن سادسر بازار سرہا نیپال

الجواب بعون الملک الوہاب

لڑکا اگر واقعی دیوبندی ہے تو طلاق کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ کسی سُنّی بریلوی سے جو اس کا کفو ہو نکاح کر دیں کیونکہ وہ نکاح جو دیوبندی سے ہوا تھا، از روئے شرع نکاح مطلقاً نہیں ہوا۔ کیونکہ وہابی دیوبندی اپنے عقائد باطلہ کے باعث دائرۂ اسلام سے خارج ہیں جو حکم مرتد کا ہے وہی حکم ان کا ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا۔

واللہ اعلم بالصواب ۱۹ر ۵ر ۱۴۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ۔

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی۔ اس سے ایک بچی بھی پیدا ہوئی۔ بعدہٗ زید نے ہندہ کی خاص بہن خالدہ سے بھی عقد کر لیا۔ گویا دو بہنوں کا اکٹھا اجتماع ہوا۔ بہرصورت خالدہ سے اولاد ہے اور ہندہ سے بھی۔

عرض خدمت اینکہ اب اس کے جائز طریقے سے رہنے کی کیا صورت ہے۔ کیا کسی کو طلاق دینا ہوگا؟ اور اس سے بچے اور بچیاں پیدا ہوئی ہیں وہ حلالی ہوئے یا حرامی۔ اگر حرامی ہوئے تو اس سے حلالی لڑکے لڑکی کی شادی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: محمد طاہر حسین سکونہ سارسر بازار ضلع سرلا نیپال

الجواب بعون الوہاب

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ المولی القوی اپنے فتاویٰ رضویہ جلد پنجم میں فرماتے ہیں، زید کا اپنی سالی سے نکاح حرام قطعی ہے قال اللہ تعالیٰ ان تجمعوا بین الاختین۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے اور اگر اس دوسری کو چھوڑتا نہیں اور اس سے صحبت کر لی تو اپنی پہلی منکوحہ بھی حرام ہو گئی۔ جس سے بھی اولاد ہوگی وہ نطفہ

حرام اور ولدحرام ہوگی۔ تا وقتیکہ دوسری کو چھوڑ کر دوسری کی عدت نہ گذر جائے اپنی پہلی بیوی بھی حلال وجائز نہ ہوگی۔ اور اگر دوسری کو رکھنا چاہتا ہے تو پہلی کو طلاق دے اور عدت گذر جائے تو دوسری سے دوبارہ نکاح صحیح کرے کہ پہلا نکاح فاسد ہوا تھا۔ پہلی کو رکھے تو نکاح کی حاجت نہیں مگر جب تک دوسری کی عدت نہ گذر جائے پہلی کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ جب تک زید اپنے گندے افعال سے توبہ کر کے شرع کے مطابق نہ بن جائے، اس سے سلام وکلام اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا سب حرام۔ اس کے ساتھ برادری ناجائز۔ لیکن اس کے ولدحرام یعنی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے۔ رہ گیا ولدحرام لڑکا تو اس کا نکاح کسی شریف زادی غیر کفو سے نہیں ہوسکتا۔ ذالک کلہ فی الفتاوی الرضویہ ملخصًا واللہ اعلم بالصواب

۱۹ / صفر ۱۴۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں غصہ کی حالت میں تین طلاق دیدیا ہے اب کیا زید کی بیوی زید کی زوجیت میں آسکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب دیں۔ بڑی مہربانی ہوگی۔

المعارض: محمد شاکر موضع کما لوٹا اسلام پور، پوسٹ کما
ضلع سیتا مڑھی بہار ۱۶ / ۱ / ۸۶ء

الجواب بعون الملک الوھاب
والیہ المرجع والمآب

وہ عورت اب زید کے نکاح میں ہرگز ہرگز بے حلالہ نہیں آسکتی کہ وہ تین طلاقوں کے ساتھ مطلقہ ہوگئی اور تین طلاقوں کے بعد عورت شوہر پر بحرمت مغلظہ حرام ہوجاتی ہے۔ اب نہ اس سے رجوع ہوسکتا ہے نہ دوبارہ نکاح۔ جب تک حلالہ نہ

ہو لے یعنی بعد عدت دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور وہ بعد صحبت طلاق دے یا مر جائے پھر عدت گذرے قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ پ ۲

یعنی تین طلاقوں کے بعد بے دوسرے سے نکاح وصحبت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہو سکتی خواہ وہ تین طلاق ایک ساتھ ایک مجلس میں دی ہو یا متفرق طور پر مختلف مجلس میں صاوی شریف جزء اول ص ۹۶ میں عارف باللہ علامہ شیخ صاوی مالکی رضی اللہ عنہ آیت مذکورہ کے تحت تفسیر فرماتے ہیں ای طلقة ثالثة سواء وقع الاثنتان فی مرة او مرتین والمعنی فان ثبت طلاقها ثلاثا فی مرة او مرات فلا تحل کما اذا قال لها انت طالق ثلاثا او البتة وهذا هو المجمع علیه واما القول بان الطلاق الثلاث فی مرة واحدة لا یقع الا طلقة فلا یعرف الا لابن تیمیة من الحنابلة وقد رد علیه ائمة مذهبه حتی قال العلماء انه الضال المضل ونسبتها للامام اشهب من ائمة المالکیة باطلة۔

وفی جلالین الشریف فلا تحل له من بعد بعد الطلقة الثالثة حتی تنکح تتزوج زوجا غیرہ ویطأها کما فی الحدیث رواہ الشیخان و هکذا فی تفسیر روح البیان ص ۳۲۶ ج ۱ وتفسیر خازن ص ۱۶۱ ج ۱ فی المدارک والاصابة شرطت بحدیث العسیلة۔

ان تمام تفاسیر کا مفاد یہی ہے کہ تین طلاق ایک ساتھ ایک مجلس میں دے یا مختلف مجلس میں بہر صورت تین واقع ہو گی اور مطلقہ بے حلالہ شوہر اول کے لیے جائز نہیں ہو سکتی علامہ صاوی علیہ الرحمۃ الباری نے یہاں تک فرمایا کہ یہ مسئلہ تمام مسلمانوں کا اجماعی ہے اور اس کے مخالف ابن تیمیہ کو علما نے ضال مضل، گمراہ، گمراہ گر قرار دیا ہے۔ بخاری شریف جلد دوم ص ۷۹۱ میں ہے عن عائشة ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی

اللہ علیہ وسلم اتحل للاول قال لاحتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول۔

یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو اس عورت نے بعد عدت کسی اور سے نکاح کیا۔ پھر اس دوسرے نے بھی طلاق دیدی تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں مسئلہ دریافت کیا گیا کہ اب وہ عورت اول شوہر کے لیے حلالہ ہو گئی ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال نہ ہو گی جب تک کہ اس کا دوسرا شوہر اس سے صحبت نہ کرلے جیسا کہ اول نے

مصنف ابن ابی شیبہ و دار قطنی میں ہے ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

ارئیت لو طلقتھا ثلاثا قال اذا قد عصیت ربک وبانت منک امرأتک آپ بتائیں اگر میں تین طلاق ایک ساتھ دیدوں تو کیا حکم ہے تو فرمایا تین طلاق ایک ساتھ دینے سے تو اپنے رب کا نافرمان قرار پائے گا اور تیری عورت تیرے نکاح سے بالکل نکل جائے گی۔ سنن ابوداؤد میں حضرت مجاہد سے مروی ہے قال کنت عند ابن عباس فجائہ رجل فقال انہ طلق امرأتہ ثلاثا قال فسکت حتی ظننت انہ رادھا الیہ ثم قال ایطلق احدکم فیرکب الحموقۃ ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس فان اللہ عزوجل قال ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا عصیت ربک وبانت منک امرأتک۔

حضرت مجاہد نے فرمایا کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آ کر عرض کیا کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے سمجھا کہ آپ اسے رجعت کا حکم فرمادیں گے۔ لیکن سکوت کے بعد فرمایا تم میں کا کوئی طلاق دے کر بے وقوفی کی سواری کرتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس اے ابن عباس کوئی بچنے اور نکلنے کی راہ ہے۔ تو فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے اور جو شخص اللہ عزوجل سے ڈرے اس کے لیے بچنے اور نکلنے کی راہ ہے اور تو ڈرا نہیں اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی۔

امام مالک میں ہے بلغہ ان رجلا قال لعبد اللہ بن عباس انی طلقت امرأتی مائۃ تطلیقۃ فماذا تری علیّ فقال ابن عباس طلقت منک ثلاثا وسبع وتسعون اتخذت بہا آیات اللہ ھزوا۔

یعنی ایک شخص سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں نے اپنی عورت کو ایک سو طلاق دیدی ہے شریعت کا کیا حکم مجھ پر نافذ ہوگا۔ فرمایا تمہاری بیوی تین طلاق کے ساتھ مطلقہ ہوگئی۔ اور ستانوے کے ساتھ تو نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا مذاق کیا اور موطا شریف میں ہی ہے بلغہ ان رجلا جاء الی ابن مسعود فقال انی طلقت امرأتی ثمانی تطلیقات فقال ما قیل لک فقال قیل لی بانت منک قال صدقوا ھو مثل ما یقولون۔

یعنی ایک مرد عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس آکر عرض کیا کہ میں نے اپنی عورت کو آٹھ طلاقیں دیدی ہیں تو جواب میں فرمایا اور حضرات نے تم سے کیا کہا کیا فتویٰ دیا۔ اس مرد نے کہا مجھے فتویٰ دیا گیا ہے تمہاری بیوی بائن ہوگئی تو فرمایا ان لوگوں نے سچ کہا۔

وعن علقمۃ قال جاء رجل الی ابن مسعود فقال انی طلقت امرأتی تسعا وتسعین فقال لہ ابن مسعود ثلاث تبینہا وسائرھن عدوان وعن حبیب ابن ثابت قال جاء رجل الی علی ابن ابی طالب فقال انی طلقت امرأتی الفا فقال لہ علیّ بانت منک بثلاث واقسم سائرھنّ علی نسائک۔

وعن معاویۃ ابن ابی یحییٰ قال جاء رجل الی عثمان ابن عفان فقال طلقت امرأتی الفا فقال بانت منک بثلاث

وعن عبادۃ ابن الصامت عن اباہ طلق امرأتہ الف تطلیقۃ فانطلق عبادۃ فسئلہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم بانت بثلاث فی معصیۃ اللہ تعالیٰ وبقی تسع مائۃ وسبع و تسعون عدوانا وظلماً ان شاء عذبہ اللہ وان شاء غفرلہ کلھم فی فتح القدیر ص۳۳

بدائع الصنائع ص۹۶ ج۳ میں ہے عن عبادۃ بن الصامۃ رضی اللہ عنہ ان بعض اباۂ طلق امرأتہ الفا فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلی اللہ علیہ وسلم بانت بالثلاث فی معصیۃ وتسع مأتہ وسبعۃ وتسعون فی مالا یملک

و عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان لا یوتی برجل قد طلق امرأتہ ثلاثا الا اوجعہ ضربا وا جاز ذلک علیہ وکانت قضایاہ بمحضر من الصحابۃ رضی اللہ عنہم اجمعین فیکون اجماعا منہم علی ذلک

بخاری جلد دوم ص۷۹۱ کے حاشیہ پر ہے۔

و ذھب جماھیر العلماء من التابعین ومن بعدھم منھم النخعی والثوری وابو حنیفۃ واصحاب مالک والشافعی واصحابہ واحمد واصحابہ واسحٰق وابو ثور واخرون کثیرون علی ان من طلق امرأتہ ثلاثا وقعن ولکنہ یاثم وقالوا من خالف فیہ فھو شاذ مخالف لاھل السنۃ وانما تعلق بہ اھل البدع ومن لا یلتفت الیہ لشذوذہ عن الجماعۃ انتھی

اور ردالمحتار ص۳۵۵ پر ہے وذھب جمھور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع ثلاث۔ اور اسی صفحہ میں چند سطروں کے بعد ہے

وثبت النقل عن اکثرھم صریحاً بایقاع الثلاث ولم یظھر

لہم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال وعن ھذا قلنا لو حکم حاکم بانھا واحدۃ لم ینفذ حکمہ لانہ لا یسوغ الاجتہاد فیہ وھکذا فی فتح القدیر وفی شرح المسلم للنووی مع تغییر یسیر۔

کتب مذکورہ، مزبورہ، مشہورہ، معتبرہ بین المفسرین والفقہاء والمحدثین والعلماء سے اظہر من الشمس وابین من الامس ہوگیا کہ امیر المومنین فاروق اعظم اور امیر المومنین حضرت ذوالنورین عثمان غنی امیر المومنین حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہم وارضاہ عنا اور فقہائے مدینہ منورہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور جمہور صحابۂ کرام اور تابعین عظام اور ان کے بعد سارے ائمہ امام نخعی، امام اعظم، امام مالک، امام شافعی امام احمد اور ان کے اصحاب وابو ثور وغیرہ سب کا مذہب یہی ہے کہ تین طلاق تین ہی ہوں گے اس کا مخالف بدعتی اور گمراہ اور خارق اجماع ہوگا۔ اور یہی عامہ کتب فقہیہ، ہدایہ، شرح وقایہ، عنایہ، کفایہ، قدوری، عالمگیری وغیرہا سے روشن ہے۔ یہاں تک کہ حضرت علی نے فرمایا کہ کوئی حاکم شرع اس کے خلاف ایک طلاق کا فیصلہ صادر کرے گا تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ وہ فیصلہ مردود و مطرود ہوگا اور اگر کوئی شخص ایک مجلس کے تین طلاق کو ایک مان کر رجوع کرے گا تو عمر بھر زنا کا مرتکب ہوگا۔ اسے زنا کی حد شرعاً لگائی جائے گی اور اگر اس سے کوئی اولاد ہوگی تو ولد زنا ہوگی۔ اور وراثت سے بھی محروم ہوگا۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، مجدد دین وملت فتاویٰ رضویہ جلد پنجم کے ص ۲۳۶ پر فرماتے ہیں وہ صحبت زنا ہوگی اور اگر اسے مسئلہ معلوم ہے تو یہ زانی اور شرعاً سزائے زنا کا مستحق اور اولاد ولد الزنا، اور ترکۂ پدری سے محروم اور ص ۲۴۸ پر فرماتے ہیں اگر قاضی شرع حاکم اسلام ایسے مسئلہ میں ایک طلاق پڑنے کا حکم دے وہ حکم باطل و مردود ہے وہابیہ غیر مقلدین کہ اب اس مسئلہ میں خلاف اٹھا رہے ہیں ـــــ گمراہ بددین ہیں ان کی تقلید حلال نہیں ملخصاً۔

اقول بعض وھابیہ ضالہ مضلہ گمراہ گر خذلہم المولیٰ تعالیٰ احادیث صحیحہ
مقبولہ سے منہ موڑ کر علمائے سلف وخلف سے ہٹ کر جماعت حقہ کو پیٹھ دیکر جمہور صحابہ وتابعین
تبع تابعین اور ائمہ مسلمین کا دامن چھوڑ کر حدیث رکانہ کی حدیث ضعیف وسخیف پر مر رہے
ہیں۔ مجہول راویوں پر جان دے رہے ہیں۔ جس پر خیر القرون سے اب تک نہ کسی امام کا عمل رہا
اور نہ ان کے مقلدین کا یہ مومنین کاملین صالحین کے علاوہ راہ ڈھونڈھ کر، ان سے
الگ ہو کر شیاطین کا ساتھی بن کر خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ قرآن ایسوں کا
ٹھکانہ جہنم بتاتا ہے۔ ارشاد ہے ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ
جہنم وساءت مصیرا ط

اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے۔ ہم اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور دوزخ میں
داخل کریں گے اور وہ کیا ہی جگہ ہے پلٹنے کی۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت دلیل ہے اس کی
کہ اجماع حجت ہے۔ اس کی مخالفت جائز نہیں۔ یہ بھی کہ طریق مسلمین مومنین ہی صراط مستقیم
ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ سواد
اعظم بڑی جماعت کا اتباع کرو۔ جو جماعت مسلمین سے جدا ہوا وہ دوزخی ہے مگر یہ کسی کی نہ
سنیں۔ گرچہ امام نووی یکتائے روزگار فرمائیں کہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے راویان مجہول
ہیں۔ گرچہ امام ہمام محقق علی الاطلاق عارف باللہ محمد ابن عبدالواحد فرمائیں کہ یہ حدیث منکر ہے
ناقابل عمل مگر ان کا عمل اپنی خواہش پر ہے کہ اہل ہوا ہیں اعاذنا اللہ من شرورھم
صحیح یہ ہے کہ انہوں نے زمانہ رسالت مآب میں ایک ہی طلاق دی تھی۔ اس پر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم بھی لی تھی ـــ انہوں نے ایک ہی طلاق کا اقرار کیا تھا تب
سرکار نے رجعت کا حکم فرمایا تھا۔

اما حدیث رکانۃ فمنکر والاصح مارواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ
ان رکانۃ طلق زوجتہ البتۃ فحلفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ ما

واحدة فردها اليه فطلقها الثانية فى زمن عمر رضى الله عنه والثالثة فى زمن عثمان رضى الله عنه قال ابو داؤد وهذا اصح

نووی شرح مسلم شریف میں ہے اما الرواية التى رواها المخالفون ان ركانة طلق ثلاثا فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين وانما الصحيح منها ما قدمنا -

غصہ حد جنون تک نہ پہنچا تو اس کی طلاق واقع ہے۔ کما فی ردالمحتار ص ۴۶۳

واللہ اعلم بالصواب علمہ اتم واحکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں امسال ماہ محرم میں ایک جوان کی اچانک موت سے اہل بستی حیرت زدہ ہو گئے۔ موضع حیرت یہ تھی کہ جیسا کہ مشہور ہے کہ ساحرہ (ڈائن) آدمی کو مار دیتی ہے۔ اس کی تحقیق کے لیے پوری بستی نے یہ طے کیا کہ ساحرہ کو نکالا جائے۔ چنانچہ ایک غیر مسلم (جس کو اوجھا یا بھگتا کہا جاتا ہے) کو بلایا گیا۔ اس نے اپنا منتر منتر کرنے کے بعد ایک کو نکالا بعدہٗ ہنگامہ ہوا۔ جس کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ دریافت یہ ہے کہ غیر مسلم کو بلا کر ایسا کرانا از روئے شرع کیسا ہے اور جن لوگوں نے کیا ہے اس پر کیا حکم ہے۔ مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد عتیق الرحمن نوری، نوری کتاب گھر، مہابیر چوک، باسوپٹی۔

مدھوبنی بہار ۲۸؍۱۰؍۱۹۹۶ء

الجواب بعون الملک الوہاب

بلاتے ہیں اس کی تعظیم ہے اور یہ حرام بلکہ فاسق تک ——— کی تعظیم حرام ہے۔

فتاویٰ مصطفویہ میں ہے لو قدموا فاسقا يأثمون لان فى تقديمه تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته یعنی کسی فاسق کو آگے بڑھائیں گے تو گنہگار

ہوں گے۔ اس لیے کہ اس کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے۔ حالانکہ اس کی توہین واجب تھی۔ تفسیر مدارک شریف زیر آیت لاتتخذوا عدوی وعدوکم فرماتے ہیں ای لا تتخذوھم اولیاء تنصرونھم وتستنصرونھم یعنی تم ان کو ایسا یار نہ بناؤ کہ تم ان کی مدد کرو اور ان سے مدد چاہو۔ تفسیر کبیر میں ہے ان اللہ تعالیٰ امر المسلمین ان لایتخذ الحبیب والناصر الامن المسلمین مسلمان کو اللہ کا حکم ہے کہ مسلمانوں کے سوا اپنا یار و مددگار نہ بنائے قرآن حکیم کے چوتھے پارہ میں ہے یا ایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایألونکم خبالا۔

ترجمہ: اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے اور ارشاد ہے ودوا ما عنتم ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے۔ بیر اُن کی باتوں سے جھلک اٹھا۔ اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ کے جلد ششم میں فرماتے ہیں۔ مشرک کو حاجت دینیہ میں ہادی بنانا امام ٹھہرانا قرآن عظیم کی صریح تکذیب ہے۔ قرآن عظیم میں ہزارہا آیتیں گونج رہی ہیں کہ وہ گمراہ ہیں۔ ہدایت سے بالکل بے گانہ ہیں۔ ان آیت کریمہ اور تفاسیر عظیمہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اس تنتر منتر والے کو بلانا اور اس سے اس کام میں مدد لینا حرام اشد حرام تھا اور جرم عظیم اور بدتر گناہ اور جس شخص نے بلایا گنہگار مستحق غضب جبار وقہر قہار مستوجب عذاب نار ہوا کہ اس میں ایک کافر بیعتی ساحر کے حکم پر مسلمان کو ایذا دینا اس کے حکم پر اعتماد کرنا، عمل کرنا، قرآن حدیث کے خلاف ہے والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا اور حدیث میں ہے من اٰذیٰ مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی بلاشک اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے بلاریب خداوند کریم کو ایذا دی۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ اس جنتر منتر والے نے اپنے کسی پروردہ شیطان کو بھیج کر کسی شریف، بے قصور بے جرم پاک دامن عورت کو

بلاکر کے اس کو گھر سے نکال کر خوار و ذلیل تاداقوں کے سامنے کیا ہو اور اس کی عزت ریزی کی ہو اور اس کے مخالفوں کی شماتت کا سامان فراہم کیا ہو اور اس کے بزرگوں، عزیزوں رشتہ داروں کی خوار و شرمندگی کے لیے اسباب مہیا کیے ہوں یا بھیجا کسی کے پاس ہو، اور گیا کسی کے پاس ہو۔ کیا شیطان سے دھوکا نہیں ہوتا؟ شیطان کا کام ہی ہے دھوکا دینا، آپس میں لڑانا، اختلاف ڈالنا، پھوٹ پیدا کرنا۔ پھر ہلاک و برباد کرتا ہے۔ کیسے مسلمان ہیں؟ جو مسلمان ہوتے ہوئے کسی بھگتا کی بات کو وہ بھی ایسی کہ دریافت جو اپنے منتر کے زور سے کہتے ہیں۔ مان کر عمل کرتے ہیں۔ اگر ان کو معلوم ہے وہ بھگتا غیر اللہ کی پرستش کر کے اپنا منتر کرتے ہیں اس پر راضی ہوئے تو اسی طرح یہ بھی کافر پھر اسلام میں داخل ہونے کے لیے از سر نو مسلمان ہونا ہوگا۔ توبہ کے بعد کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان کرے اور شادی شدہ تجدید نکاح بھی کرلے اور کبھی ایسوں کی بات پر اعتماد نہ کرے۔ موت و حیات جل مجدہٗ کے دست قدرت میں ہے۔ جب چاہے زندہ رکھے جب چاہے مارے جو اس نے وقت متعین کیا ہے اس سے ایک آن آگے ہو سکتا ہے نہ پیچھے۔ حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں۔

؎ گر روی در دہاں شیر و پلنگ
نہ خورندت مگر بروز اجل

قرآن کا ارشاد ہے ولکل امۃ اجل فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔ تو جادو کا اثر بھی اسی وقت ہوگا جب موت ہوگی ورنہ کوئی لاکھ جادو کرے اگر موت کا وقت نہیں ہے تو جادو اثر ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا۔ قرآن حکیم میں ہے وما تشاءون الا ان یشاء اللہ تمہارے چاہے کیا ہوتا ہے۔ جو چاہے اللہ وہ ہوتا ہے۔ جو اس کی مشیت ہوتی ہے وہی ہوتی ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ کفر ہے قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ حاصل کار مسلمان کا شیوہ نہیں بھگتی کرانا، اس کی بات پر اعتماد کرنا۔ اس سے شنیع تر اخبث تر یہ عقیدہ کہ جادو موثر حقیقی بالاستقلال ہے بغیر

کرام فرماتے ہیں جو جادو کو موثر بالاستقلال سمجھے گا کافر ہو جائے گا۔ جو جو اس کے بلانے اور اس کے اس شنیع فعل پر راضی ہوئے وہ سب توبہ کریں تجدید ایمان کے ساتھ تجدید نکاح اور تجدید حج۔ اگر شادی شدہ ہیں اور حج کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

شب ۵ ربیع النور شریف ۱۴۰۰ھ

۹۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیر مسلموں کی دیوالی میں مکان یا دکان کی صفائی کرنا، بتیاں جلانا از روئے شرع کیا؟ جو مسلمان ایسا کرتا ہے اس پر از روئے شرع کیا حکم ہے۔ مدلل و مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: مولوی محمد عتیق الرحمٰن نوری، نوری کتاب گھر
باسوپٹی، مدھوبنی بہار ۲ ۸۲/۱۱ء

الجواب بعون الملک الوھاب

و ھو الملھم بالحق والصواب

بد ترین کفر ہے کہ یہ رسوم کفار مستوجب غضب جبار و قہر قہار سے ہیں ان کا یہ مذہبی شعار ہے۔ ہولی، دیوالی ان کا شیطانی تہوار ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا بحوالہ غمز العیون فتاویٰ رضویہ جلد ششم صـ ۱۵۳ میں فرماتے ہیں اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس والمضاجعة عند ھم حال الحیض حسن فھو کافر۔

اور صـ ۱۵۴ پر فرماتے ہیں من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ

اور صـ ۱۸۲ میں فعل کفر میں جو دل سے شریک ہو، وہ ظاہراً و باطناً کافر ہے اور صـ ۱۴۹ پر ہے وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر اور حدیث شریف میں ہے من تشبہ بقوم

فھو منھم - دوسری حدیث جعل الذل والصغار علی من خالف امری ومن تشبہ بقوم فھو منھم یعنی ذلت وخواری اس شخص پر رکھ دی گئی جس نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی اور جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

علامہ طیبی سے مروی ہے ای من تشبہ بالکفار فی اللباس وغیرہ فھو منھم یعنی جو کافروں سے لباس وغیرہ میں مشابہت کرے وہ انہیں کافروں سے ہے ۳؎ اور ترمذی شریف میں ہے لیس منا من تشبہ بغیرنا لاتشبھوا بالیھود ولا بالنصاری ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے تشبہ کرے۔ نہ یہود سے تشبہ کرو اور نہ نصرانیوں سے۔

۴؎ مسند الفردوس میں ہے لیس منا من عمل بسنۃ غیرنا۔ جو ہمارے غیر کی سنت پر عمل کرے وہ ہماری جماعت سے نہیں۔

۵؎ ابن ماجہ میں ہے من لم یعمل بسنتی فلیس منی جو میرے طریقہ پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ ابن عساکر میں ہے من رغب عن سنتی فلیس منی، جو میرے طریقہ سے منہ پھیرے وہ میرے گروہ سے نہیں۔

۶؎ ابغض الناس الی اللہ ثلاثۃ ملحد فی الحرم ومبتغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ ومطلب دم امرء بغیر حق لیھرق دمہ۔

اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ ناپسند تین شخص ہیں حرم شریف میں الحاد وزیادتی کرنے والا اسلام میں جاہلیت کی سنت چاہنے والا اور ناحق کسی کی خونریزی کے لیے اس کے قتل کی تلاش میں رہنے والا۔

سنت جاہلیت کی طلب پر یہ وعید ہے تو برتنے والا بدرجۂ اولیٰ ذالک کلھا فی المجلد العاشر من الفتاوی الرضویۃ ملخصًا۔

ان احادیث کریمہ اور عبارات فقہیہ سے روز روشن کی طرح روشن ہوگیا کہ جو شخص کسی کافر کے مذہبی شعار کو اسلام کے خلاف پسند کرے گا وہ اسی طرح کافر ہو جائے گا اور اگر فاسق

کے شعار کو پسند کرے گا تو فاسق ہو جائے گا۔
لہٰذا اس دیوالی منانے والے شخص پر توبہ فرض ہے اور از سر نو کلمہ پڑھے۔ ان پر
تجدید ایمان، تجدید نکاح لازم ہے۔ اسی قسم کے سوالات کے جواب میں حضرت مفتی اعظم
رضی اللہ عنہ اپنے فتاویٰ مصطفویہ کے صفحہ پر فرماتے ہیں۔ ایسے میلوں میں بحیثیت تماشائی جانا حرام
حرام، حرام اشد حرام بہت اخبث نہایت ہی اشنع کام بحکم فقہائے کرام معاذ اللہ کفر انجام ہے۔
واقول وباللہ التوفیق جب میلہ میں بحیثیت تماشائی جانا بحکم فقہائے کرام کفر انجام ہے تو اس کا
مرتکب ہونا یقیناً کفر صریح ہوگا اور اس کا مرتکب صریح کافر نعوذ باللہ منہا۔

واللہ اعلم بالصواب
۵ / ۳ / ۱۴۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ۔
وہابی اور دیوبندی کے جنازے کی نماز میں شریک ہونا کیسا ہے اور اس کے جنازہ کی نماز
پڑھنے سے پڑھنے والے کے اوپر کیا نقصان ہے۔ یا نکاح میں کوئی خرابی ہے؟ قرآن و
حدیث کی روشنی میں مدلل جواب دیں بہت مہربانی ہوگی۔

الجواب

حرام اور اشد حرام ہے اگر اس کے عقائد کفریہ کو جانتے بوجھتے مسلمان جان کر
پڑھی تو تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم کما فی الجزء الخامس من الفتاوی
الرضویہ۔ وھو اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیوبندی مولوی نے سنی مسلمان
لڑکے کا نکاح پڑھایا۔ اس کا نکاح درست ہوا یا نہیں اور اس مجلس میں سنی مولوی بھی موجود
تھے قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔ المستفتی: نوشاد احمد گرام ویوسٹ بریی وایا جے نگر مدھوبنی (بہار)

الجواب

حرام ہے اور اگر اعتقاد کفریہ سے آگہی کے بعد جانتے ہوئے پڑھوایا تو کفر، توبہ کرے اور آئندہ ہرگز ہرگز کسی بھی وہابی دیوبندی سے نکاح نہ پڑھوائے بلکہ ان سے کوئی بھی معاملات خواہ دنیوی، نہ کرے ہاں اس کو کافر جانتے ہوئے پڑھوایا حرام اگرچہ ہوا نکاح ہوگیا۔

وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ۔

ہندہ کی شادی غیر مقلد لڑکے سے ہوئے تین سال ہو چکے اس مدت میں لڑکے کا برتاؤ لڑکی کے ساتھ کبھی اچھا نہیں رہا۔ لڑکا چاہتا ہے طلاق دیں مگر مہر دین کی ادائیگی کے خوف سے طلاق نہیں دے رہا ہے۔ حالانکہ لڑکی والے طلاق کے خواہاں ہیں۔

المستفتی: عبدالغفور بلوا ہا ٹول سٹھگاؤں مدھوبنی دبہار،

یکم ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

یہاں کے غیر مقلد وہابی ہیں اور وہابی سے نکاح باطل ہے کسی سنی مسلمان سے نکاح کردیں۔ طلاق کی حاجت نہیں کما فی الفتاوی الرضویۃ واللہ اعلم بالصواب

۸۶/۹۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ۔

میں نے غصہ کی حالت میں اپنی زوجہ کو کہا " جو جواب دے دیو۔ جو جواب کر دیو " جو جواب دے دیو " ان الفاظ سے اب وہ میری زوجیت سے پورے طور پر نکل گئی۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا ہم پھر اس کو اپنی زوجیت میں لا سکتے ہیں بینوا توجروا

سائل: محمد عباس مقام ہرنے پوسٹ ہرلاکھی ضلع مدھوبنی دبہار، ۱۰ ر ۵ ر ۱۴۰۶ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مستفسرہ میں (یعنی جواب دَذِلُیْوْ) اذھب طلقتک کے معنی یہ ہے جن الفاظ کا اردو ترجمہ (جا میں نے طلاق دے دی ہے) جمہور صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ مجتہدین کے نزدیک ان الفاظ مذکورہ سے بالاتفاق تین طلاق واقع ہوگئی اور حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہوگئی۔ اب وہ بے حلالہ حلال نہیں ہوسکتی۔ اب وہ اوّل عدت گزارے پھر کسی اور سے نکاح صحیح کرے اور وہ اس کے ساتھ ہمبستر ہوکر طلاق دے۔ پھر اس کی عدت جب پوری ہوجائے تو آپ نکاح کرکے زوجیت میں لاسکتے ہیں۔ کما فی الکتب الفقہیۃ القدوری وشرح وقایہ والھدایہ وفتح القدیر والدرالمختار شرح تنویر الابصار ورد المحتار وغیرھا من التفاسیر الخازن والبیضاوی وغیرھا واللہ اعلم بالصواب۔

۹۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح جس کا نام ہندہ ہے۔ زید کے ساتھ کردیا۔ زید دیوبندی ہے۔ یہ شادی بدعقیدہ کے ساتھ لاعلمی میں ہوگئی۔ دیگر بات یہ کہ زید گونگا بھی ہے، ہوش بھی نہیں رکھتا ہے۔ پہلی بار ہندہ زید کے یہاں گئی۔ کچھ دنوں رہی پھر میکے آئی دوبارہ جانے سے انکار کرتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی لڑکی کی شادی کسی صحیح العقیدہ سنّی سے کردوں لڑکا طلاق دینے سے انکار کرتا ہے۔ کیا ہندہ کی شادی بلا طلاق لیے کرسکتا ہوں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا وتوجروا

سائل: گل محمد مقام کھری ٹولہ ہری نگرا واڈ ملا ضلع سنسری (نیپال)

الجواب بعون الملک الوھاب

آپ اپنی لڑکی کا نکاح کسی سنی صحیح العقیدہ اس کے ہمکفو سے کردیں۔ زید کے ساتھ تبلا

دیں۔ اس سے اسی دعوے سے واپس لے لیں کہ نکاح ہوا ہی نہیں۔ کما فی الجزء الخامس الفتاء الرضویہ ص۱۹۴ طلاق کی کوئی حاجت نہیں۔ اس کی حاجت نکاح کی صحت پر ہے۔ اور دیوبندی نکاح کا صالح نہیں۔ دنیا میں اس کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا نہ مسلمہ سے نہ کافرہ سے نہ مرتدہ سے علمائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زادھما اللہ تعالیٰ شرفاً و تکریماً نے بالاتفاق فرقہ دیوبندیہ وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ اس کے مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اس کے ساتھ نشست و برخاست کرنے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے۔ اس کے جنازہ کی نماز پڑھنے، اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ حکمہ حکم المرتدین ھکذا فی حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین فی ص۹۵ اور ہدایہ مع فتح القدیر ط۲۸ پر نکاح سے متعلق مرتد کا حکم مذکور ہے ولا یجوز ان یتزوج المرتد مسلمۃ ولا کافرۃ ولا مرتدۃ۔ مرتد کا نکاح نہ مسلمہ سے جائز ہے نہ کافرہ سے اور نہ اس کے ہم مذہب مرتدہ سے اور در مختار شرح تنویر الابصار ص۴۳ میں ہے ولا یصلح ان ینکح مرتد او مرتدۃ احدا من الناس مطلقاً اھ یعنی مرتد مرد ہو یا عورت کسی سے ان کا نکاح نہیں ہو سکتا کروہ نکاح کا صالح نہیں فتاوے حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً و تکریماً اور ہدایہ، فتح القدیر اور در مختار، تنویر الابصار کتب فقہیہ مسلمہ معتبرہ مشہورہ سے اظہر من الشمس و ابین من الامس ہو گیا کہ اس کا نکاح اس سے باطل ہے اور تحصیل طلاق لاحاصل ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۵ر ۵ر ۱۴۰۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ۔ زید دو بچے کا باپ ہے۔ زید کا جب دوسرا بچہ پیدا ہوا اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا تو کیا اس سبب سے زید پر اس کی بیوی حرام ہو گئی یا نہیں بکر کا کہنا ہے کہ اس سے

رضاعت ثابت ہوگئی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ نیز یہ امر بھی واضح فرمائیں کہ مدت رضاعت کب سے کب تک ہے۔ مسئلہ بالا مدلل با آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ فرمائیں فقط والسلام

المستفتی محمد روشن علی راجبیراج ضلع سپتری (نیپال)

۸ر ۱۰ر ۱۴۰۱ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

رضاعت ڈھائی سال سے زیادہ میں ثابت نہیں ہوتی۔ سنن ابی داؤد شریف اور مؤطا شریف میں ہے کہ موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ رضاعت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو فرمایا لا رضاعۃ الا ماکان فی حولین یعنی رضاعت دو سال کے اندر میں ہی ثابت ہوگی۔ اس مضمون کی حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے۔

اور قرآن عظیم میں ہے وحملہ وفصلہ ثلثون شھرا۔ اس آیت کریمہ سے امام اعظم کے نزدیک رضاع کی مدت ڈھائی سال ثابت ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا قرآن وحدیث کی روشنی میں زید پر اس کی بیوی حرام نہ ہوگی۔ کیونکہ مدت رضاعت کے اندر اس نے دودھ نہیں نوش کیا ہے اور مدت رضاعت مفتی بہ قول پر ڈھائی سال ہے، ہاں دودھ کا پینا جائز نہیں اسے تھوک دینا چاہیے تھا۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۰ر ۱۰ر ۱۴۰۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندہ شادی شدہ مرتدہ ہوگئی۔ بعد توبہ واستغفار بلا اجازت شوہر کسی دوسرے مرد سے وہ عورت نکاح کر سکتی ہے یا نہیں مدلل ومفصل تحریر فرما کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں۔ المستفتی: عبد الستار خاں کما ضلع سیتا مڑھی یکم ربیع الآخر شریف ۱۴۰۶ھ

الجواب بعون الملک الوہاب

ہرگز ہرگز دوسرے کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ درمختار جلد ثالث ص۴۳۳ باب المرتدین ہے ولیس للمرتدۃ التزوج بغیر زوجہا بہ یفتی اور فتح القدیر جلد خامس ص۳۱ اور رد المحتار ص۴۳۳ وقد افتی الدبوسی والصفار وبعض اہل سمرقند بعدم وقوع الفرقۃ بالردۃ ردًا علیہا یعنی دبوسی اور صفار اور بعض فقہاء سمرقند نے فتوی دیا ہے کہ عورت کفر و شرک کر کے شوہر سے چھٹکارا نہیں پا سکتی۔

پھر فرماتے ہیں وغیرہم مشوا علی الظاہر ولکن حکموا بجبرہا علی تجدید النکاح مع الزوج وتضرب خمسۃ وسبعین سوطًا واختارہ قاضی خان للفتوی

مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ فقہائے کرام نے ظاہر مذہب کو اپنایا ہے لیکن حکم فرمایا ہے کہ اسی شوہر کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کی جائے گی اور سزا پچھتر کوڑے لگائے جائیں قاضی خان فتوی کے لیے اسی کو پسند فرمایا ہے اور فتاوی عالمگیری جلد ثانی ص۲۸۰ پر ہے۔

ولو اجرت کلمۃ الکفر علی لسانہا مغایظۃ لزوجہا او اخراجا لنفسہا عن حبالتہ اولا ستیجاب المہر علیہ بنکاح مستانف تحرم علی زوجہا فتجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنی شیء ولو بدینار سخطت اور ضیت لیس لہا ان تتزوج الا بزوجہا قال الہندوانی اخذ بہذا قال ابو اللیث وبہ ناخذ کذا فی التمرتاشی۔

اور اگر کوئی عورت کلمۂ کفر اپنے زبان پر جاری کرے اپنے شوہر کو غیظ و غضب میں ڈالنے کے لیے یا خود کو شوہر سے خلاصی دلانے کے لیے یا نکاح جدید سے مہر لازم کرنے کے لیے تو شوہر پر حرام ہو جائے گی۔ پھر اسلام لانے پر جبر کی جائے گی اور ہر قاضی کو حق پہنچتا ہے کہ اس کا نکاح جدید کم سے کم مہر گرچہ ایک ہی دینار ہو باندھ دے خواہ عورت راضی ہو یا ناراض اور عورت کو اس اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے سے نکاح کرنے کا اختیار نہ ہو گا شیخ

ابوجعفر ہندوانی نے فرمایا میں اسی کو لیتا ہوں اور فقیہہ ابو اللیث نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں کذا فی تمرتاشی۔

اور ردالمحتار میں ہے فلکل قاض ان یجدد ہ بمھر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا وتمنع من التزوج بغیرہ بعد اسلامھا اور در مختار جلد ثانی باب النکاح ص۴۲۶ میں ہے وصرحوا بتعزیرھا خمسۃ و سبعین وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لھا بمھر یسیر کدینار و علیہ الفتوی ولوالجیۃ وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتھا زجرا و تیسیرا لاسیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر قال فی النھر والافتاء بھذا اولی من الافتاء بما فی النوادر لکن قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا یقع منھن من موجبات الردۃ مکررا فی کل یوم لم یتوقف فی الافتاء بروایۃ النوادر قلت وقد بسطت فی القنیۃ والمجتبی والفتح والبحر وحاصلھا انھا بالردۃ تسترق وتکون فیأ للمسلمین عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی ویشتریھا الزوج من الامام او یصرفھا الیہ لو مصرفا ولو استولی علیھا الزوج بعد الردۃ ملکھا ولہ بیعھا مالم تکن ولدت منہ فتکون کام الولد انتھی

فقہائے علیہم الرحمۃ والرضوان نے تحریر فرمایا کہ اس مرتدہ کو پچھتر کوڑے لگائیں۔ اور اسلام اور جدید نکاح پر مجبور کی جائے اور بہت قلیل جیسے ایک دینار مہر مقرر کیا جائے یہ کل سرزنش کے لیے ہوگا (تاکہ عبرت ہو) اسی پر فتوی ہے جیسا کہ ولوالجیہ میں ہے اور مشائخ بلخ رحمہم اللہ تعالی نے عورت کے ارتداد سے شوہر سے جدا نہ ہونے کا بطور سزا اور آسانی کے لیے فتوی دیا ہے۔ بالخصوص وہ عورت جو کفر کرتی پھر مکر جاتی ہے۔ نہر الفائق میں فرمایا اسی کے مطابق فتوی دینا بہتر ہے نوادر کے مطابق فتوی دینے سے۔ لیکن مصنف نے فرمایا ہے کہ

جو شخص ہمارے زمانہ کی عورتوں کے احوال اور ان موجبات کفر وارتداد کا تجسس کرے، جو آج کل جوان سے بار بار روزانہ سرزد ہوتے ہیں، کوئی عالم نوادر کے مطابق فتویٰ دینے میں توقف و تامل نہیں کرے گا (شارح فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ نوادر کی روایت غنیہ، اور مجتبےٰ، اور فتح اور بحر میں شرح مبسوط کے ساتھ مذکور ہے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس مرتدہ عورت کو لونڈی بنالی جائے گی اور مال غنیمت مسلمانوں کے لیے ہو جائے گی۔ امام اعظم کے نزدیک اور اس کا شوہر امام سے خرید لے یا امام اسکو عطا کردے اگر وہ مصرف ہو اور اگر ارتداد کے بعد اس پر شوہر غلبہ پالے تو اس کا مالک ہو جائے گا اور اس کو وہ بیچ سکتا ہے جب اس شوہر سے کوئی بچہ نہ جنی ہو (اور جنی ہو تو وہ) ام ولد کی طرح ہو جائے گی اور فتح القدیر ۳/۱ میں ہے عن ابی حنیفۃ فی النوادر تسترق فی دارالاسلام ایضا اور صـ۲۹ پر ہے وبعض مشائخ بلخ وسمرقند افتوافی ردتہا بعدم الفرقۃ حسما لاحتیالہا علی الخلاص باکبرالکبائر

اور فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صـ۱۳ پر ہے اگر عورت معاذ اللہ ان (روافض) میں کی ہوگئی اور مرد سنی رہا تو نکاح تو فسخ نہ ہوا علیٰ ما فی النوادر وحققنا الافتاء بہ فی ہذا الزمان فی فتاوینا مگر مرد کو اس سے قربت حرام ہوگئی جب تک اسلام نہ لائے لان المرتدۃ لیست باہل ان یطأہا مسلم او کافر او احد اور اسی کے صـ۲۷ میں ہے ہندہ نے پہلا فقرہ (کفریہ) کہا ہو خواہ دوسرا ہر طرح اس کا ایمان جاتا رہا کہ اس نے شرع مطہرہ کی توہین کی مگر ہندہ نکاح سے نہیں نکلی نہ ہرگز اسے روا ہے کہ بعد اسلام کسی دوسرے سے نکاح کرے لان الفتویٰ علیٰ روایۃ النوادر ولاجل فساد الزمان کما بیناہ فی فتاوینا۔

ہاں بعد اسلام زید سے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی احتیاطا لاصل المذہب اور اسی فتاویٰ کے جلد ششم صـ۴۵ پر اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ـــــ

حسب روایت مفتی بہا بذریعہ کفر عورت اپنے شوہر مسلمان کے نکاح سے نہ نکلے گی نہ اسے اختیار ہوگا کہ دوسرے سے نکاح کرے۔ ہاں ان کے شوہروں کو جائز نہ ہوگا کہ انہیں ہاتھ لگائیں جب تک وہ تائب ہوکر پھر اسلام نہ لائیں۔

اور اسی فتاویٰ کے جلد سوم ص ۳۹۳ پر مذکور ہے ومن ذلک افتائی مراراً بعدم انفساخ نکاح امرأۃ مسلم . بارتدادها لما رئیت من تجاسرهن مبادرة الی قطع العصمة مع عدم امکان استرقاقهن فی بلادنا ولاضربهن وجبرهن علی الاسلام کما بینته فی السیر من فتاوینا اور اسی کے حاشیہ پر مذکور ہے اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت معاذاللہ مرتد ہوکر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی۔ وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے۔ مسلمان ہوکر یا بلا اسلام دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اور تفسیر نعیمی جلد دوم ص ۴۵۲ پر ہے صحیح یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ ہاں اس سے جماع حرام ہوجاتا ہے اور عورت کو اسلام لانے اور تجدید نکاح پر مجبور کیا جائے گا اور الملفوظ حصہ چہارم ص ۱ کے حاشیہ پر ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ ارتداد زن سے عورت نکاح سے نہیں نکلتی وہ توبہ اور شوہر اول کی طرف رجوع پر مجبور کی جائیگی ورنہ امان اٹھ جائے گی

مذکورہ بالا کتب معتمدہ معتبرہ، فقہیہ شرعیہ کے بیان سے روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ مرتدہ شوہر اول سے کسی طرح کسی حیلہ بہانہ کے ذریعہ خلاصی نہیں حاصل کرسکتی۔ اور نہ کسی دوسرے کے نکاح میں آنے کی۔ توبہ و استغفار اور اسلام کے بعد بھی اجازت پاسکتی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

۷/۳/۱۴۰۷ھ چہارشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ

۱۔ کیا وہابی لڑکا کا یا لڑکی کی شادی کسی سنی سے ہوسکتی ہے یا نہیں۔ زید سنی ہے

اور پھر وہابی کیا دونوں کی برادری ہو سکتی ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہابی کی لڑکی لا سکتے ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ نہیں لا سکتے ہیں۔ دونوں میں سے کون حق پر ہے۔

۲۔ ایک سنی کی برادری وہابی کے یہاں ہونے کو طے پایا یا سنی عالم نے سمجھایا کہ آپ کہ وہابی کے یہاں برادری نہیں کیجئے۔ اس سے نکاح جائز نہیں ہوگا۔ جواب میں کہا کہ مولوی لوگ جھگڑا لگاتے ہیں۔ سب برابر ہیں۔ ایسے بولنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

۳۔ کیا سنی لڑکے کا نکاح وہابی کی لڑکی سے کوئی سنی عالم پڑھائے گا تو صحیح ہو جائے گا؟ اگر جان بوجھ کر سنی عالم اس کی بارات میں شریک ہو کر نکاح پڑھایا تو اس نکاح پڑھانے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے۔ نیز جو لوگ جانتے ہوئے اس مجلس میں شریک ہوئے، گواہ بنے، ان پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوگا۔ کیا ان شرکار کا اپنا نکاح باقی رہیگا اس سنی عالم کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ دولہا کی ماں روکنے والے سنی عالم کو طعنہ دیتی ہے کہ کیا آپ کے نہ آنے سے میرے لڑکے کی شادی نہیں ہوئی۔ ہم نے تو کر لیا از روئے شرع ایسی بولی بولنے والی پر کیا حکم صادر ہوتا ہے۔

۴۔ اگر کوئی سنی عالم نادانستہ اس کے کفری عقائد سے بے خبر عقائد یا طلبہ سے ناآشنائی کی حالت میں کسی وہابی کا نکاح پڑھا دیا اور توبہ کر لی اور اس تاریخ سے اس کے باطل عقیدے سے لوگوں کو گمراہ ہونے سے بچاتے رہے تو اس عالم پر شریعت مطہرہ کیا حکم نافذ کرتی ہے۔ مذکورہ بالا سوالوں کے جوابات آج ہی قرآن و حدیث کی روشنی میں مرحمت فرمائیں کرم ہوگا۔ کیونکہ اس روکنے والے عالم کو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے من کی بات کہہ کر لوگوں میں جھگڑا لگاتے ہیں۔

سائل: محمد اسلام الدین و ولی محمد مقام کپٹول دھنوسا نیپال

۱۶۔ ۷۔ ۱۴۰۶ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

۱۔ وہابیت ارتداد ہے اور مرتد کا نکاح دنیا جہان میں کسی سے نہیں ہو سکتا مرتد مرد ہو یا عورت لڑکا ہو یا لڑکی سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مستطاب احکام شریعت ص ۱۰۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔ وہابی، رافضی، قادیانی نیچری، چکڑالوی کا حکم دنیا میں سب سے بدتر ہے۔ اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا۔ اس کا نکاح کسی مسلم، کافر، مرتد اس کے ہم مذہب ہوں یا مخالف مذہب کسی سے نہیں ہو سکتا۔ جس سے ہوگا محض زناں ہوگا۔ مرتد مرد ہو خواہ عورت اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے۔ نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں۔ ہوشیار، خبردار مسلمانوں اپنا دین و ایمان بچائے رکھو۔ انتہی کلام الامام ملخصاً۔

فاقول و باللہ التوفیق مرتد یا مرتدہ سے جو اولاد ہوگی وہ اولاد زنا اور ناولاد حرام ہوگی۔

۲۔ جو کہے وہابی دیوبندی سنی بریلوی ایک ہی ہے۔ جاہل اجہل ہے۔ اور وہابیہ کے عقائد کفریہ سے آگہی کے بعد کہتا ہے تو وہ بھی وہابی کی طرح کافر و مرتد ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ مولوی جھگڑا لگاتا ہے۔ بے باک ہے۔ خدا کا خوف اس کے دل میں ذرہ برابر نہیں ہے۔ مولوی تو خدا و رسول کا حکم سناتا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کی شان ہے۔ قرآن حکیم کا حکم لا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین یعنی راہ راست پر آ جانے کے بعد ظالم قوموں کے پاس نہ بیٹھو اور حدیث شریف میں ہے ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم سارے باطل فرقے وہابی، دیوبندی، چکڑالوی، رافضی، تبلیغی، قادیانی وغیرہم سے

دور رہو ان کو اپنے سے دور کرو کہیں گمراہ اور بے دین نہ کر دیں۔ کہیں آپس میں فتنہ و فساد برپا نہ کر دیں۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے ستفترق امتی ثلاثا وسبعین فرقۃ کلھم فی النار الا واحدۃ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سب دوزخی ہوں گی ایک کے سوا۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ ان کے ساتھ نہ بیٹھو اٹھو اور نہ کھاؤ پیو ولا تناکحو ھم اور نہ ان سے برادری کرو۔ بیمار پڑے تو نہ پوچھنے جاؤ اور مر جائے تو نہ جنازہ پڑھو۔

مولوی تو قرآن و حدیث کی روشنی میں کہتا ہے کہ وہابیوں اور سارے غلط فرقوں سے الگ رہو۔ جب قرآن عظیم اور احادیث رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں سب کو ایک سا نہیں کہا گیا تو کوئی مولوی بلکہ کوئی مسلمان کیسے کہہ سکتا ہے کہ سب برابر ہے۔ سب ٹھیک ہے نعوذ باللہ من ذلک کیا مولوی کہہ دے کہ حرام و حلال کی پرواہ نہ کرو۔ سوٗر، کتے، سانپ بچھو، ندر، خصی دنبے، اونٹ، گائے سب کے سب اور سب کے گوشت ایک ہی جیسے ہیں۔ سب کا حکم ایک ہی ہے۔ ماں، بہن، بیٹی کا فرق اٹھا دو۔ مسلم غیر مسلم سب کو بیٹی دو۔ تو تب اس کے نزدیک مولوی جھگڑا لگانے والا نہ ہوگا۔ تو یہ مولوی کیا کسی گندے سے گندے مسلمان سے متصور نہیں ہو سکتا کہ ایمان واسلام حق کو حق اور باطل کو باطل جانتے اور ماننے کا نام ہے۔ وہ شخص معلوم ہوتا ہے اسلام سے ہی بے بہرہ ہے۔ توبہ کرے تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرے۔

۳۔ کوئی پڑھائے نکاح ہوا ہی نہیں جو لوگ بھی شریک ہوئے ناجائز تقریب میں شامل ہو کر گنہگار ٹھہرے توبہ کریں اور اگر وہابیہ کے عقائد کفریہ سے آگاہ ہو کر وہابی کو مسلمان جان کر شریک ہوئے تو نکاح پڑھانے والے، شرکت والے سب دائرہ ایمان سے خارج ہوگئے۔ توبہ کرے، تجدید ایمان بھی کرے اور تجدید نکاح بھی اور جب تک توبہ نہ کرے

وہ قابل امامت نہیں ہو سکتا۔ اس عورت کو رونا چاہیئے کہ رشتہ غلط ہوا۔ ناجائز ہوا۔ بلکہ رشتہ ہوا ہی نہیں کہ اگر اس سے اولاد ہوگی بھی تو جائز نہ ہوگی۔ ولدزنا ہوگی، حرامی ہوگی۔ اور جب وہابی سے نکاح ہوتا ہی نہیں تو جائے ماتم ہے نہ فخر۔ توبہ کرے اور اپنے مذہب کو جانے اور طریقۂ اسلام پر چلنے کی کوشش کرے۔

۴۔ جب اس کو علم ہی نہ تھا کہ وہابیہ کے عقائد کیا ہیں؟ پھر ملوث ہوا تو جرم ضرور ہوا کفر نہ ہوا۔ پھر توبہ اس جرم سے کرلیا تو بری ہوگیا اور توبہ تو سارے گناہ کو مٹا دیتا ہے اور توبہ کی توفیق تو سعادت مند کو ہی ہوتی ہے۔ شقاوت والے توبہ سے محروم رہتے ہیں۔ ابلیس علیہ اللعین اب تک توبہ نہ کر سکا کہ اھل شقاوت ہیں جب تک طاقت ہو، خاموشی جائز نہیں اظہار حق بحسب الامکان فرض ہے

واللہ اعلم بالصواب الیہ المرجع والمآب

۱۷ ر ۷ ۱۴۰۷ ھ ج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ شریعت مطہرہ میں جہاں جانوروں کی حلت کا حکم بیان فرمایا گیا ہے وہاں پر اس کے ساتھ ساتھ اس کی کھال کا کیا حکم فرمایا ہے۔ یعنی کھال کا کیا حکم ہے۔ زید کا قول ہے کہ اگر بکرے نے خصی کو ذبح کیا اور جانور کے پورے جسم کو گرم پانی سے دھویا گیا جس سے جانور کے تمام بال جھڑ گئے۔ اب کھال کے ساتھ گوشت کا تجزیہ ہوا۔ یہ گوشت کھانا زید کے یہاں درست ہے دریافت طلب یہ ہے کہ عندالشرع کیا حکم ہے۔ صاف صاف بیان فرمائیں۔

گویا اس گوشت کو عرف عام میں پلوا کہتے ہیں اور پلوا کا کھانا کیسا ہے۔ بعبارت کتب حنفی جواب دیں۔

المستفتی رضوی ضیائی مقام موہن پور ترائی نیپال

۳۱ ۳ ۸۴ ء

الجواب بعون الملک الوہاب

حرمت وحلت میں کھال کا وہی حکم ہے جو اس کے گوشت کا ہے۔ گوشت حلال ہے تو کھال بھی حلال ہے۔ اگر حرام وناپاک ہے تو کھال بھی حرام وناپاک۔ دلیل یہی کافی اور وافی کہ الاصل فی الاشیاء الطہارة والاباحة حرمت ونجاست عارضی ہیں کہ اپنے ثبوت میں دلیل خاص کی محتاج ہوتی ہیں تو جب تک کھال کی حرمت ثابت نہ ہوگی حلال رہے گی۔ پاک اور مباح ہی متصور ہوگی۔ رہا اس گوشت کا حکم کہ ادھر کی عوام اسے پلوا کہتی ہے۔ ایسے گوشت اور اس طریقہ کار سے بچنا ہی بہتر ہے کہ یہ سنت ہنود ہے اور ادھر یہ انہیں کا ایجاد کردہ ہے جسے بعض مسلمان ناعاقبت اندیش ان کا اتباع کرنا چاہتے ہیں۔ معاذ اللہ منہا

اول آپ کو اس قباحت اور شناعت کا سامنا کرنا پڑے گا کہ ذبح کے بعد جب جانور کو گرم پانی میں ڈالیں گے تو سارا گوشت اس ناپاک اور حرام خون مسفوح سے جس کا حرام ہونا قطعی ہے آلودہ ہو جائے گا اور گوشت بھی ناپاک ہو جائے گا۔ پھر کام کے لائق بھی نہ رہیگا۔ یعنی نہ کھا سکتے، کسی کو دے نہیں سکتے، بیچ نہیں سکتے۔ اگر اسے کام کے لائق بنانا ہے تو تین مرتبہ گوشت کو اچھی طرح دھوئیں اور تینوں مرتبہ خوب اچھی طرح نچوڑیں کہ پاک ہو جائے۔ اب کام میں لائیں کھائیں مگر یہ بھی اس صورت میں جائز ہوگا کہ جانور کو ایسے کھولتے جوش مارتے، تیز گرم پانی میں نہ ڈالا ہو اگر ویسے ہی تیز گرم پانی میں ڈالا ہے تو دیر تک نہ چھوڑا ہو کہ اگر دیر تک اس میں چھوڑے رہا یہاں تک کہ اس کی گرمی سطح ظاہرہ بالوں کی جڑوں سے عبور کرتی ہوئی نیچے کو پہنچی اور نجاست خون نجاست باطن اجزاء گوشت میں سرایت کی تو یہ گوشت مفتیٰ بہ قول پر کسی طرح پاک نہ ہوگا اور نہ اس کا کھانا حلال ہو سکتا

قال الامام المحقق علی الاطلاق سیدی کمال الملة والدین ابن الہمام قدس اللہ تعالیٰ بسرہ الکریم فی فتح القدیر علی ص۱۸۵

ناقلاعن التجنيس طبخت الحنطة في الخمر قال ابو يوسف تطبخ ثلاثا بالماء و تجفف كل مرة وكذا اللحم وقال ابو حنيفة اذا طبخت في الخمر لاتطهر ابدا وبه يفتى والكل عند محمد لا تطهر ابدا اولو القيت دجاجة حالة الغليان في الماء قبل ان يشق بطنها لتنتف او كرش قبل الغسل لا يطهر ابدا الخ وقد قال شرف الائمة بهذا في الدجاجة والكرش والسميط مثلهما۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں فرماتے ہیں آرے اگر ماکیاں بحالت غلیان در آن آب آن مقدار در آب مکث کرد کہ نجاست باطن بسبب جوشش در رنگ در قعر و عمق نفوذ نمود آنگاہ بر قول مفتیٰ بہ حکم مردار پیدا کند کہ ہیچ حیلہ او را طاہر و حلال نتواں ساخت انتہی

گویم در سمیط ہم دراں حالت ہمی حکم باید فہمید کما یفہم بالفتاوی الشامی۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

ماہ فاخر ۲۲ ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ المعج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی شادی مسماۃ زبیدہ سے ہوئی اور دونوں اتفاق سے زندگی گذار رہے تھے کچھ دنوں کے بعد دونوں میں نااتفاقی ہو گئی اور زید اپنی بیوی زبیدہ کو گھر سے نکال دیا۔ پھر کچھ دن بعد زبیدہ طلاق لینے کے لیے آئی تو پنچان نے زید سے کہا کہ تم طلاق دیدو اور زید نے انکار کیا کہ ہم طلاق نہیں دیں گے۔ تب پنچان نے کہا کہ دین مہر معاف کر دیتی ہے۔ تم طلاق دے دو۔ زید نے کہا ہم روپیہ نہیں لیں گے ہم ہی کو جواب دیدے (زید طلاق و جواب کا لفظ بولا) اس کے بعد پنچان نے انگوٹھا کا چھاپ لے لیا اور پنچان نے بھی اپنا اپنا دستخط کر دیا۔ اب زبیدہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا ہے۔ کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ اگر صحیح

نہیں ہے تو اجازت دینے والے نکاح پڑھانے والے اور سامعین مجلس کے متعلق کیا حکم ہے جواب مرحمت فرمائیں۔

الملتمس برادران سرائی ضلع مدھوبنی بہار

دستخط: عبدالوکیل محمد کتاب محمد افضل محمد قمرالدین
محمد صاحبجان محمد قاسم محمد زین الحق محمد شمس الحق
محمد حبیب محمد یونس

الجواب بعون الملک الوھاب

بغیر طلاق زبیدہ کسی دوسرے کے لیے ہرگز جائز نہیں ہوسکتی لاکھوں کوئی نکاح پڑھائے وہ بیوی شوہر اول کی ہی قرار پائے گی اور دوسرا زانی قرار پائے گا۔ غیر مطلقہ عورت سے نکاح حرام قطعی ہے قال المولٰی تعالٰی والمحصنٰت من النساء سامعین، حاضرین سب گنہگار، مستحق عذاب نار توبہ سب پر فرض ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرلے۔ ہاں زید مضمون طلاق پر طلاق کی نیت سے چھاپ لگایا ہو تو طلاق ہوجانا چاہیئے۔ اور اگر لوگوں کے اصرار یا دباؤ پر بلانیتِ طلاق چھاپ لگایا ہو یا لفظ طلاق نہ بولا ہو تو طلاق نہ ہوگی لیکن زید ظالم ہے۔ بیوی کو گھر سے نکالنا ظلم عظیم ہے۔ زبیدہ اس کی عزت ہے۔ حتی الامکان اس کے ساتھ نباہ کرے اس کے حقوق کو ادا کرے۔ قرآن پاک کے ارشاد پر عمل کرے۔ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے اور اگر کسی صورت آپس میں اتفاق قائم نہ رہ سکے۔ حدود خداوندی کے مطابق عمل نہ کرسکے تو بھلائی کے ساتھ طلاق دیدے۔ نہ طلاق دینا اور نہ ہی اس کے حقوق کو ادا کرنا غضب خداوندی کو دعوت دینا ہے۔ خداوند تعالٰی سمجھ عطا فرمائے۔ زید پر فرض ہے کہ اپنے یہاں رکھے یا پھر طلاق دے۔

واللہ اعلم بالصواب ۱۴ ر ۵ ۱۴۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ ۔

میرے یہاں ایک مولانا صاحب رہتے ہیں۔ شہر میں کچھ ہندو مسلمان کا جھگڑا ہوا اتفاق سے شہر کے بہت سارے لوگ گرفتار ہوئے۔ ساتھ ہی ساتھ میں اور مولانا صاحب گرفتار ہوگیا۔ ہم لوگ حاجت پر تھانہ میں بند ہوئے۔ حاجت میں ہم لوگوں کی جائے پناہ پیشاب خانہ تھا۔ دوسرے دن ہم لوگوں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ جیل میں چار دن تک ناپاکی کی حالت میں رہے۔ مولانا نے نماز پڑھائی جب کہ پانی کا بھی نظم تھا پانچویں دن جمعہ پڑا۔ مولانا نے غسل فرمایا اور انہوں نے نماز پڑھانے کا نظم کیا۔ سامنے میں جوتا، چپل رکھ دیا۔ جبکہ مصلیٰ کے سامنے دوسری چیز بھی رکھنے کے لیے تھی۔ لوگوں نے اعتراض کیا، پھر وہ پیشاب کی ٹوکری تھی اس کو رکھنے کی کوشش کی۔ پھر لوگوں نے اعتراض کیا۔ بعد میں گھڑا رکھ کر نماز پڑھائی۔ میرا کھانا گھر سے آتا تھا اور مولانا کے لیے کھانا منگوایا۔ میرا کھانا نہ کھا کر جیل کا بنا ہوا کھایا جبکہ کہا کر جیل میں کھانا بنانے والا ڈوم، چمار اور حلال خور تھا۔ یہی نہیں بلکہ بھٹی شراب کا دو کلال بھی گرفتار تھا ان لوگوں کے ساتھ کھانا شروع کیا اس لیے کہ ان لوگوں کا کھانا اچھا تھا اور ان لوگوں سے روپیہ لے کر کے باہر سے بھی کھانے کا سامان منگوائے تھے۔ اس کو بھی ایک ہی برتن میں شامل کھائے تھے جبکہ وہ ان لوگوں کا کاروبار جانتے تھے اور جیل سے ایک ماہ کے بعد جب ہم لوگوں کا بیل ہوا تو ساتھ ہی جیل کی ایک چادر مولانا گھر لے آئے اس کو میں نے نہیں دیکھا۔ دوسرے کئی لوگوں نے دیکھا اور ان سب باتوں کی بہت سارے لوگ گواہ بھی ہیں۔ کیا ان کے پیچھے ہم لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں۔ براہ کرم جواب جلد عنایت فرمائیں فقط والسلام

محمد نثار احمد اپٹوڈیٹ ٹیلرس اورنگ آباد (بہار)

(انڈیا)

الجواب بعون الملک الوهاب

استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وہ مولوی نہیں پلید طینت ، نجاست پسند، خبیث طبیعت، فاسق، فاجر ہے۔ اس کو امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام اور اگر پڑھ لی ہو تو اعادہ واجب اور جو نمازیں بے طہارت پڑھائی ان کا لوٹانا فرض۔ نماز کے لیے طہارت ایسی چیز ہے کہ بے اس کے نماز ہوتی ہی نہیں۔ بلکہ جان بوجھ کر بے طہارت نماز ادا کرنے کو علماء کفر لکھتے ہیں کہ اس سے عبادت کی توہین ہے۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الطہارت کی فصل ثالث میں ہے عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الجنۃ الصلوٰۃ ومفتاح الصلوٰۃ الطھور رواہ احمد یعنی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت اور ترمذی شریف میں فرمایا الطھور نصف الایمان یعنی طہارت نصف ایمان ہے۔ در مختار ص۵۹ میں ہے والطھارۃ مفتاحھا بالنص اور ردالمحتار ص۶۰ میں ہے بعض المشائخ حیث قال المختار انہ یکفر بالصلوٰۃ بغیر طھارۃ لا بالصلوٰۃ بالثوب النجس والی غیر القبلۃ لجواز الاخیرتین حالۃ العذر بخلاف الاولی فانہ لا یؤتی بھا بحال فیکفر قال الصدر الشھید وبہ ناخذ ذکرہ فی الخلاصۃ والذخیرۃ اور در مختار کے اسی صفحہ میں ہے وفی کفر من صلی بغیر طھارۃ مع العمد خلف اور ردالمحتار میں اسی کے تحت ہے انما اختلفوا اذا صلی لا علی وجہ الاستخفاف بالدین فان کان علی وجہ الاستخفاف ینبغی ان یکون کفرا عند الکل اھ طاہر و نفیس کو چھوڑ کر غلیظ و خبیس کو اختیار کرنا اس کے خباثت د [illegible] اور فسق و فجور اور استخفاف نماز کی دلیل ہے۔ جو سب کے نزدیک کفر ہے

خداوند ذوالجلال کا خوف کرے توبہ کرے اور جمیل کی چادر واپس کرے۔ جب تک توبہ نہ کرے لوگ مقاطعہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

۱۵ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ

سوال ۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین کہ زید کی شادی بچپن یعنی نابالغ تھا اس وقت ہوئی زید خود کہتا ہے کہ میری شادی ہوئی یا نہیں مجھے پتہ نہیں۔ ہم کچھ جانتے ہی نہیں کہ میری شادی ہوئی مجھے نکاح پڑھنا پڑے گا۔ کئی باریہ اپنی زبان سے نکالا کہ میں اس کے ساتھ نکاح پڑھا ہی نہیں۔ زید کہتا ہے یہ میری بیوی نہیں۔ زید جب بالغ ہے اس حالت میں اگر زید اس لڑکی کو اپنے گھر لاتا ہے اور اس کے ساتھ ہمبستر ہوتا ہے۔ زید کا اس کے ساتھ یہ کیسا سلوک ہے صحیح یا غلط، اچھا یا برا یا زنا۔ نکاح ختم ہوگیا یا باقی رہا جبکہ زید جانتا ہے کہ میری شادی فلاں جگہ ہے۔ اس حالت میں زید کئی باریہ لفظ سات آٹھ آدمیوں کے سامنے کہا ہے۔ جواب عنایت ہو۔

سوال ۲

زید وہابی کی جنازہ میں شریک ہو کر نماز پڑھی اور زید شادی شدہ ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ زید کو دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔ کیا لوگوں کا کہنا صحیح ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

المستفتی: محمد ابراہیم رضوی بیلا جیدی ۱۲ ستمبر پوس ۲۰۴۲ سال

الجواب بعون الملک الوہاب

۱۔ زید کی ساری باتیں جہالت پر مبنی ہیں۔ کیا بچپنے کی زید کو سارے حالات واقعات یاد ہیں؟ تو دان کی پیدائش اور اس کی نوعیت وہم و خیال میں بھی ہے؟ کب کس وقت کس طرح ظہور پذیر ہوئے بتا سکتے ہیں؟ نہیں بتا سکتے۔

اور ہرگز نہیں بتا سکتے تو ان سب باتوں کا انکار کریں گے ؟ کسی حال میں انکار نہیں کریں گے
اور پھر بچپن کی شادی کا جب لوگ ہونا بیان کرتے ہیں، کیوں انکار کرتے ہیں ؟
شاید وہ اپنی جہالت سے سمجھتے تھیں کہ جو نکاح صغر سنی میں ہوا وہ نہ ہوا کہ ان کو
یاد نہیں، غلط ہے۔ ھدایہ ص۲۹۶ میں ہے ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ
اذا زوجھا الولی یعنی جب ولی بچے اور بچی کا نکاح کردے تو جائز ہے۔ پھر ص۲۹۵ پر ہے۔
فان زوجھما الاب او الجد یعنی الصغیر والصغیرۃ فلا خیار لھما بعد بلوغھما
یعنی اگر باپ یا دادا نابالغ اور نابالغہ کی شادی کردے تو بلوغ کے بعد ان کو اختیار نہ ہوگا۔
اقول کیونکہ شرع میں نابالغ کے انکار و اقرار کا اعتبار نہیں ولی پر کار کا مدار ہے
شرح وقایہ میں ہے کل ولی فلہ ولایۃ الاجبار زید کا قول ذکر میں اس کے ساتھ
نکاح پڑھا ہی نہیں) الفاظ طلاق نہیں۔ ایک جھوٹی خبر ہے۔ طلاق واقع نہیں ہوگی۔
فتاویٰ عالمگیری جلد دوم ص۱۱ اور ردالمحتار ص۴۹۲ وان قال لم اتزوجك
ونوی الطلاق لا یقع الطلاق بالاجماع کذا فی البدائع یعنی اگر کوئی کہے کہ میں
نے تجھ سے نکاح نہیں کیا اور طلاق کی نیت کی تو بالاجماع طلاق واقع نہ ہوگی بدائع میں
یوں ہی ہے وفی الفتاوی الرضویہ نقلا عن قاضی خان ولو قال لم اکن
تزوجتھا ونوی بہ الطلاق لا یقع لان ذلك کذب محض لایمکن تصحیحہ ام
(اس کا پچھلا قول کہ (یہ میری بیوی نہیں) یہ بھی مختار مذہب پر الفاظ طلاق سے نہیں۔
فتاویٰ عالمگیری جلد دوم ص۲۶ میں ہے ولو قال توزن من نسیٔ لایقع وان نوی
المختار کذا فی جواھر الاخلاطی
اقول لفظ المختار سے فقہائے کرام کے مابین اختلاف کا پتہ چلتا ہے فلھذا
احتیاطاً و احترازاً نکاح جدید کرلینا اولیٰ۔ واللہ اعلم بالصواب
ولی ضروریات دین کا منکر ہے۔ علمائے عرب و عجم نے اسے بالاتفاق

کافر و مرتد کہا۔ یہاں تک فرمایا ہے جو اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر تو زید دانستہ اس کے حال سے مطلع ہو کر جنازے کی نماز پڑھی اور اس کے لیے استغفار کیا تو اس شخص کو تجدید اسلام اور اپنی عورت سے از سرِ نو نکاح کرنا ہوگا کما فی الفتاوی الرضویہ۔ واللہ اعلم بالصواب

۲۵ ؍ ۳ ؍ ۱۴۰۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ زید کی بیوی ہے اور یہ دونوں سنی ہیں۔ شادی کے دو سال بعد ہندہ اپنے شوہر زید کو چھوڑ کر دوسرے کے ساتھ بلا طلاق لیے یعنی بکر کے ساتھ رہنے لگی۔ اپنے طور پر بکر سے شادی کر لی اسے ایک بچہ عمر پیدا ہوا۔ عمر پڑھ کر سنی عالم ہو گیا۔ اب محلہ کے لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار نہیں ہیں۔

عمر کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔ وہ امامت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ تفصیلاً جواب مرحمت فرمائیں بینوا وتوجروا۔

المستفتی: محمد رفیق عالم مقام کبیلاسا پوسٹ لہاربٹی مہوتری نیپال

۱۴ ؍ ۱۱ ؍ ۱۴۰۲ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر عمرو اس زانی اور زانیہ سے جدا رہتا ہے اور ان دونوں ہندہ اور بکر کے افعال بد سے بیزار و نالاں ہے ان کے ساتھ طعام و قیام نہیں کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کہ خود وہ بے قصور ہے اور یہ لڑکا زید ہی کا قرار پائے گا۔ کہ حدیث شریف میں ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم الولد للفرش وللعاھر الحجر۔

اگر عمر کا نسب ثابت نہ ہو مثلاً زید مر گیا ہو اور اس کی موت سے دو سال بعد عمرو زنا سے پیدا ہوا ہو تو ولد زنا قرار پائے گا۔ ایسی صورت میں اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔

ان میں قابل امامت اس سے اچھا پایا جائے ورنہ مکروہ بھی نہ ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری
میں ہے و تجوز امامۃ الاعرابی والاعمیٰ والعبد وولد الزنا والفاسق
کذا فی الخلاصۃ الا انہا تکرہ ھٰکذا فی المتون درمختار ص۴۵ ج ا ھٰذا ا
ان وجد غیرھم والافلا کراھۃ انتہٰی واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ بکر سُنّی ہے
اس کے پاس ایک لڑکا ہے۔ اس نے اپنے لڑکے کا نکاح ایک وہابی کی لڑکی سے کیا پھر اسے
ایک بچی پیدا ہوئی۔ (۱) وہ بچی کیسی ہوئی۔
(۲) اب اگر اس لڑکی سے اگر کوئی سُنّی صحیح العقیدہ نکاح کرنا چاہے تو نکاح ہوگا یا نہیں
(۳) نیز وہ لڑکی اپنے نانا کے یہاں جو وہابی ہے بچپن ہی سے رہتی ہے۔ اس کے
نانا کا کہنا ہے کہ میں اپنے ہی یہاں سے اپنی نتنی کی شادی کروں گا اور ایسا ہی کیا۔
(۴) اس لڑکی کی شادی ایک سُنّی صحیح العقیدہ سے ہونا طے پائی۔ اس لڑکی کی بارات
جو لوگ گئے اس پر شریعت کا کیا حکم ہے نیز اسی بارات میں ایک سنی مولانا صاحب بھی شریک ہوئے اس مولانا پر
کیا حکم ہے اسی مولانا کے والد محترم و چچا جان نے بھی لڑکی کو ایک وہابی کے یہاں دیا کیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں ؟
(۵) مطلقہ عورت کو دین مہر کے علاوہ کیا کیا ملے گا۔ اور جو اس حکم کو نہ مانے اس پر
کیا حکم نافذ ہوگا۔ بینوا و توجروا

المستفتی گونی مقام و پوسٹ ہنس لوپہ دھنوسا نیپال
۱ر ۱۱ر ۱۹۸۷ء

الجواب بعون الملک الوھاب
اگر وہ لڑکی اپنے باپ وہابی خذلہ المولیٰ کے مذہب و مسلک پر پکی رہی اور اپنے باپ کے
مذہب کو ہی اختیار کیے رہی توبہ کرکے مذہب مہذب اہل سنت کو قبول نہ کیا تو وہ مرتدہ ہے

ان کا نکاح جہاں میں کسی سے نہیں ہو سکتا نہ اس کے ہم مذہب سے نہ کسی دوسرے مذہب والے سے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص۱۹۴ میں فرماتے ہیں غیر مقلدوں سے میل جول حرام ہے اور اس سے مناکحت ناجائز پھر فرماتے ہیں وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح تمام جہان میں کسی سے نہیں ہو سکتا نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ مسلمان سے نہ انسان سے نہ حیوان سے جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔ **اقول** جب اس سے نکاح نہیں اور اس سے صحبت زنائے خالص تو اس سے اولاد زنا کی اولاد ہوئی (حرامی ہوئی) اور اگر وہ اپنے باپ کے مذہب سے بیزار ہو کر توبہ کر لی اور مذہب اہل سنت کو دل سے قبول کر لیا اور اپنے باپ کو کافر اور ہر کافر سے بدتر یا کافر ہی سمجھنے لگی اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی اب نکاح ہوا اور اس سے ہوا جس سے اس کا نکاح شرعاً ہو سکتا ہے تو نکاح صحیح ہوگا۔ اب جو اولاد ہوگی حلالی ہوگی بشرطیکہ حیض و نفاس کی حالت میں صحبت سے نطفہ نہ قرار پایا ہو ورنہ پھر بھی ولد حرام ہوگی۔ ہاں ولد زنا نہ ہوگی۔

۲۔ لڑکی حلالی ہو حرامی جبکہ وہ خود عقیدۂ کفریہ مثلاً وہابیہ وغیرہا کے نہ رکھتی ہو، تو اس کا نکاح سنی سے ہو سکتا ہے۔

۳۔ اس کی صحبت میں دینا حرام اور سخت حرام ہے کہ یہ گمراہ اور گمراہ گر ہیں ہر بدینوں سے بڑھ کر بے دین، ہر ظالموں سے بڑھ کر ظالم، ہر کافروں سے بدتر کافر ہیں۔ شان الوہیت و شان رسالت کے گستاخ ہیں سرکار دو عالم مالک رقاب امم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم سے بھاگنے والے اور چڑھ رکھنے والے ہیں۔ خداوند کریم اور اس کے رسول رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ علمائے حرمین شریفین زادہم اللہ شرفاً و تعظیماً نے بالاتفاق ان پر کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا ہے۔ شرع شریف سے ان پر بہت دلائل قائم ہیں (۱) اول قال تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع

[illegible] نصیحت پانے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو اور وہاں سے بڑھکر [illegible] ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم [illegible] یل نہ کرو ظالموں کی طرف کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے۔

دوم۔ حدیث شریف میں ہے لا تصاحب الا مومنا ولا یاکل طعامک الا تقی صحبت نہ رکھ مگر ایمان والوں سے اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار۔ رواہ احمد و ترمذی وغیرھما۔

سوم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما مثل الجلیس الصالح و جلیس السوء کحامل المسک ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک واما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ۔ نیک ہمنشیں اور بد جلیس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کے پاس مشک دوسرا دھکنی دھوک رہا ہے مشک والا یا تو تجھے مشک ویسے ہی دے گا یا تو اس سے مول لے لیگا اور کچھ نہ سہی تو خوشبو آئے گی اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔

چہارم۔ حدیث شریف میں ہے ایاک و قرین السوء فانک بہ تعرف برے ساتھی سے بچو کہ تو اسی کے ساتھ پہچانا جائے گا۔

پنجم۔ حدیث پاک میں لا تجالسوا اھل القدر یعنی قدریہ کے پاس نہ بیٹھو اور نہ انہیں اپنے پاس بیٹھاؤ اور وہابی تو اس سے بھی بدتر ہیں تو پھر اس کی پرورش میں بچے کو دینا کیسے روا ہوگا۔

ششم۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں سیاتی قوم یسبونہم وینتقصونہم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تاکلوھم ولا تناکحوھم اور قریب ایک قوم آئے گی اصحاب و اصہار کو برا کہے گی ہاں ان کے شان کو گھٹائے گی تم ان کے

ساتھ مت بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا، نہ شادی بیاہ کرنا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والوں کا، یہ حکم ہے خدا و رسولِ خدا کی جناب میں گستاخیاں کرنے والوں کی نسبت کس قدر سخت حکم چاہیئے۔ عبرت پکڑو سنیو!۔

ہفتم۔ حدیث شریف میں ہے کہ تقربوا الی اللہ یبغض اھل المعاصی والقوھم بوجوہ مکفھرۃ والتمسوا رضا اللہ بسخطھم و تقربوا الی اللہ بالتباعد عنھم اللہ کی طرف تقرب کرو اہل معاصی کے بغض سے اور ان سے ترشروئی کے ساتھ ملو اور اللہ کی رضامندی انکی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ کی نزدیکی ان کی دوری سے چاہو۔ لڑکی کو وہابی کی پرورش میں دینا اس سے محبت کی دلیل ہے اور اس سے محبت زہر قاتل سے زیادہ برا کہ اس سے جان جاتی ہے اور اس سے ایمان۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتولھم منکم فانہ منھم جو تم میں ان سے دوستی کرے گا انہیں میں سے شمار کیا جائے گا۔ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من احب قوما حشرہ اللہ زمرتھم جو جس قوم سے دوستی کرے گا۔ اللہ اس کو انہیں کے گروہ میں اٹھائے گا۔ صحبت بد کا بہت برا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت مولنا رومی علیہ الرحمۃ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

صحبت صالح ترا صالح کند — صحبت طالح ترا طالح کند

تا توانی دور شو از یار بد — یار بد بدتر بود از مار بد

مار بد تنہا ہمیں بر جاں زند — یار بد بر جان و بر ایماں زند

وہابیت کی آفت سب سے اشد جہاں دیکھو اس کی وجہ سے فتنہ العیاذ باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کتنے شرم کی بات ہے کہ آدمی کے ماں باپ کو اگر کوئی گالی دے تو اس کی صورت دیکھنے کو روادار نہیں ہوتا اور خدا اور رسول کو برا کہنے والوں کو ان کی تعظیم سے بھاگنے والوں کو ایسا یار غار بنائے کہ بچی پرورش کو دے وہ کیسا سنی مسلمان ہے۔ العیاذ باللہ۔

۴ مولوی غیر مولوی سب توبہ کرے۔ لڑکی کا نکاح نہ ہوا وہابی کو اس کی دنیا زنا کے لیے پیش کرتا ہے۔ کسی دوسرے سنی سے نکاح کردے اس کے یہاں نہ رہنے دے۔

۵ دین مہر کے علاوہ عدت کا نفقہ اور جو کچھ زیور کپڑا برتن وغیرہم جہیز میں ملا تھا وہ سب کچھ عورت کو واپس ملے گا۔ اگر شوہر یا اس کے گھر والے واپس نہ کریں تو غاصب اور ظالم قرار پائیں گے ھٰذا کلہ من الفتاوٰی الرضویہ واللہ اعلم بالصواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنے بیٹے کی بیوی ہندہ سے زنا کرلیا۔ ہندہ کا نکاح رہا یا ٹوٹ گیا۔ ہندہ اپنے شوہر کے پاس رہ سکتی ہے یا نہیں۔ زید پر کیا حکم نافذ ہوگا۔ لوگ کہتے ہیں کہ زید کی بیوی بھی نکاح سے نکل گئی۔ زید کے یہاں کھانا پینا کیسا ہوگا۔

سائل: محمد انور علی، محمد حنیف، عبدالرزاق، محمد حسین

مقام دیوسٹ چکر ضلع دھنوسا نیپال ۲۴ ر ۱۱ ر ۱۴۰۳ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

چونکہ حرمت مصاہرت کی وجہ سے عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اس لیے ہندہ اپنے شوہر کے پاس ہرگز نہیں رہ سکتی۔ اس پر فرض ہوگا کہ اس کو فوراً چھوڑ دے جب یہ چھوڑ دے گا، پھر اس کی عدت گذر رہے گی تب کسی دوسرے کے لیے عورت حلال ہوسکتی ہے۔ اس فعل سے عورت حرام تو ہو جاتی ہے مگر نکاح زائل نہیں ہوتا۔ در مختار ص۳۰۶ ج۲ میں ہے بحرمۃ المصاھرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لھا التزوج بآخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ۔ زید پر شرع کا حکم رجم ہے۔ یعنی کھلی زمین میں لے جاکر چاروں طرف سے اس قدر پتھر کی مار ماریں کہ مر جائے۔ مگر اس ملک نیپال میں یہ سزا کہاں۔ غیرت دلائیں۔ جوتے لگائیں۔ توبہ کرائیں۔ توبہ کرے ندامت کا سر جھکائے

اپنے فعل خبیث پر آنسو بہائے تو اس کے ساتھ کھا پی سکتے ہیں۔ ورنہ مقاطعہ کریں۔ سلام کلام، کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا سب بند رکھیں۔ ایسے خبیث سے برادرانہ کوئی رسم و راہ قائم نہ کریں۔ زید نے بہت بڑے قصور کا ارتکاب کیا ہے مگر بایں ہمہ اس کی بیوی نکاح سے نہیں گئی۔

واللہ اعلم بالصواب ۲۷ر ۱۱ر ۱۴۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو یہ کہا کہ جاؤ میں نے تجھے جواب دے دیا اور اسی طرح سے انہوں نے پانچ چھ مرتبہ کہا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زوجہ مطلقہ ہوئی یا نہیں۔ اور زید کا کہنا یہ ہے کہ لفظ جواب سے عورت کو طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ لفظ طلاق سے طلاق واقع ہوتی ہے اور زید ہندہ کو اب تک اپنے گھر میں رکھے ہوا ہے۔ لہٰذا لفظ جواب سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں جبکہ یہاں دیہات میں جاہل لوگ جواب بول کر اس سے طلاق مراد لیتے ہیں۔ اگر لفظ جواب سے طلاق واقع ہوتی ہے تو پھر زید پر کیا حکم نافذ ہوگا۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ فقط

المستفتی: محمد ذاکر حسین منہروا پوسٹ مرچیا ضلع سرہا نیپال

۲۷ر ۱۱ر ۱۴۰۰ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور زید پر وہ عورت حرمت غلیظہ کے ساتھ مغلظہ ہو گئی زید کے لیے وہ بے حلالہ ہرگز ہرگز جائز نہ ہوگی قال تعالیٰ فی القرآن الکریم فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتیٰ تنکح زوجا غیرہ (پ۲) یعنی کوئی اپنی زوجہ کو تین طلاق دے دے تو اس کی زوجہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ عورت پہلے اس کی عدت پوری کر لے۔ حائضہ ہے تو تین

حاملہ ہے تو وضع حمل۔ سن ایاس کو پہنچی ہوئی ہے تو پورے تین ماہ، حیض عدت والی ہے تو عدت ختم ہو جائے تو کسی دوسرے سے نکاح صحیح کرلے۔ وہ دوسرا اس سے صحبت کے بعد طلاق دے اب عورت اس کی عدت گذارے۔ حمل رہ گیا تو بچہ پیدا ہونے تک ورنہ تین حیض کامل اور اگر بڑھاپے کی وجہ سے حیض کا آنا بند ہو گیا ہو تو کامل تین ماہ عدت گذارے۔ تب وہ زید کے لیے جائز ہوگی۔ بے حلالہ اس کو زید کا رکھنا حرام اور زنائے خالص ہے۔ جو بچہ اس صورت میں دونوں سے پیدا ہوگا ولد زنا، ولد حرام ہوگا۔ زید پر فرض ہے اپنے پاس سے فوری طور پر اس کو جدا کر دینا۔ اگر زید اپنے پاس سے جدا کر دے فبہا ورنہ مقاطع کرے۔ سارے لوگ اس سے جدا رہیں۔ کھانا پینا سلام و کلام، اٹھنا بیٹھنا، برادری، بھائی چارگی سب کچھ ترک کر دیں۔ زید کی بات جہالت پر مبنی ہے۔ یہ کہنا کہ "جواب" کے لفظ سے طلاق نہیں ہوتی اور لفظ "طلاق" سے ہی طلاق ہوتی ہے سراسر غلط ہے۔ کتب احادیث و فقہ سب کے خلاف ہے فتاوٰی رضویہ جلد پنجم ص۵۰۲ پر ہے جا[1] نکل[2] چل[3] روانہ ہو[4] اٹھ[5] کھڑی ہو[6] پردہ کر[7] دوپٹہ اوڑھ[8] نقاب ڈال[9] ہٹ[10] سرک[11] جگہ چھوڑ[12] گھر خالی کر[13] دور ہو[14] چل دور[15] اے خالی[16] اے بری[17] بلغ با[18] اے جدا[19] تو مجھ سے جدا ہے[20] میں نے تجھے بے قید کیا[21] میں نے تجھ سے مفارقت کی تو جدا ہے[22]۔ ان الفاظ میں کوئی لفظ "طلاق" کا لفظ نہیں مگر ان سب سے بہ نیت طلاق طلاق بائن ہو جاتی ہے اور درمختار ص۵۰۳ پر ہے اخرجي، واذهبي، وقومي، تقنعي، تخمري، استتري، انتقلي، انطلقي، اغربي، اعزبي، من الغربة او من العزوبة يحتمل ردًا۔ دیکھا ان سب کلمات میں کہیں طلاق کا لفظ نہیں مگر بحال نیت طلاق ہو جاتی ہے۔ زید کا قول جاؤ میں نے تجھے جواب دیا تو اگر "جاؤ" کے کہنے میں اس نے مفارقت کی نیت کی ہوگی تو اس لفظ سے بھی ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور "میں نے تجھے جواب دیا" کا جملہ ان بلاد میں طلاق صریح کے معنیٰ میں مستعمل ہے ردالمحتار

پر ہے الصریح ما غلب فی العرف استعماله فی الطلاق بحیث لا یستعمل عرفا الا فیه من ای لغة کانت وهذا فی عرف زماننا کذالک فوجب اعتباره صریحا کما افتی المتاخرون فی انت علیّ حرام بانه طلاق بائن للعرف بلا نیة مع ان المنصوص علیه عند المتقدمین توقفه علی النیة الخ

اور جواب کا لفظ طلاق کے معنیٰ میں اسی بلاد میں معروف و مشہور نہیں بلکہ ہند و پاک بلکہ عالم میں جہاں بھی کوئی اردو زبان سے تھوڑا بھی مس رکھتا ہے اور جب اس لفظ "جواب" کی اضافت عورت کی طرف پاتا ہے تو طلاق کے معنیٰ کے سوا نہیں سمجھتا ہے۔

اقول زید بھی اس لفظ سے طلاق ہی مراد لیا ہے۔ ورنہ کیوں کہا جاؤ میں نے تجھے جواب دیدیا "وہ طلاق کے بعد بھی مطلقہ کو رکھے گا اور ضد پر اڑا رہے گا تو اس کا وبال اس کے سر پر ہوگا۔ عذاب میں گرفتار ہوگا۔ خداوند کریم ہدایت کی توفیق دے۔ هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۲۷؍ ۱۱؍ ۱۴۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو شادیاں ہیں۔ پہلی شادی سے چار لڑکے ایک لڑکی زوجہ اولیٰ کے انتقال کے بعد پھر دوسری شادی ہوئی۔ اس سے ایک لڑکی۔ اس کے بعد خود انتقال کر گئے جس میں دو لڑکے ایک لڑکی کی شادی ہو چکی تھی باقی تین غیر شادی شدہ رہ گئے تھے۔ ان تینوں کی شادی کے اخراجات چاروں لڑکے نے دی تھی اور زید کے اوپر کچھ قرض بھی تھا جس کی ادائیگی میں چاروں لڑکے نے حصہ لیا۔ اب میراث کے تقسیم کی کون سی صورت ہوگی۔ زید کی جائداد تمام اخراجات کی ادائیگی کے بعد جو بچی ہے کیا اس میں میراث تقسیم ہوگی یا تمام اخراجات کاٹ کر ہوگی یا پوری جائداد میں۔ اور کس کا کتنا حصہ بنے گا۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں

ہے۔ تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔ لڑکے کا حصہ کتنا ہوگا اور لڑکی کا کتنا اور عورت کا کتنا ہوگا۔

وہ خلاصہ تحریر فرمائیں فقط والسلام

المستفتی: محمد مجیب الرحمٰن بھوادی ۳ ر ۶ ر ۸۷ء

الجواب بعون الملک الوھاب

میت کے ترکہ سے علی الترتیب چار حقوق متعلق ہوتے ہیں اول کفن دفن ثانیاً ادائے قرض ثالثاً تہائی مال سے وصیتوں کا اجرا، پھر رابعاً باقی مالوں کی وارثوں کے درمیان تقسیم تو صورت مسؤلہ میں تجہیز و تکفین کے بعد خاوند کے مال متروکہ سے پہلے بیوی کو دین مہر ادا کیا جائے گا۔ اگر بحال زندگی ادا نہ کیا ہو یا معاف نہ کرایا ہو۔ پھر کل مال کے آٹھ حصے کیے جائیں۔ ان میں سے ایک حصہ (آٹھواں) بیوی کو دے دیا جائے۔ کہ قرآن پاک کا ارشاد ہے فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بہا او دین پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا یعنی بیویوں کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دین نکال کر ۱۲ر۱۲ اور حدیث میں ہے یعنی قرض کی ادائیگی وصیت کے اجراء سے مقدم ہوگی۔ پھر باقی ماندہ مال کے دس حصے کیے جائیں۔ دو دو حصے لڑکے کو اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو دے دیا جائے کہ قرآن شریف کا ارشاد ہے للذکر مثل حظ الانثیین ۔ یعنی بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ بالفاظ دیگر دختر کا حصہ پسر سے آدھا ہے کہ لڑکی اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ بالغیر ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں جس قدر بھائی کو ملے گا اس سے نصف ہر ایک بیٹی کو ملے گا (سراجی) اب رہ گئی یہ بات کہ چاروں لڑکوں نے اپنے والد کے قرضوں کو ادا کیا اور بھائی بہن کی شادی میں مال خرچ کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان لوگوں نے قرض ادا کرتے وقت یہ نیت کی تھی کہ ابھی قرض ادا کیے دیتے ہیں پھر ترکہ سے لے لیں گے تو یہ سب قرضہ کی رقم میں دیئے اتنی رقم تقسیم ترکہ سے قبل لے لیں۔ پھر تقسیم کریں اگر یہ نیت

نہیں تھی بلکہ تبرعاً ادا کیا تھا تو نہیں لیں اور بھائی کی شادی میں جو مال صرف کیا اور اس سے کہہ دیا تھا اور اجازت لے لی تھی کہ تمہاری شادی کر رہے ہیں جو صرفہ ہوگا تمہیں دینا ہوگا اور اس نے منظور کر لیا ہو اس پر دین ہے۔ اس سے وصول کرے ترکہ سے نہ لے اور تبرعاً کیا تو نہیں اور بہن کی شادی کا صرفہ کوئی کچھ نہ لے کہ اپنا اپنا حق ادا کیا۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۵۔ ۱۰۔ ۱۴۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کے دادے کا انتقال ہو گیا تو برادر نے اس سے کہا کہ کچھ خرچ کیجئے تو زید نے جواب دیا کہ کچھ خرچ سے اچھا یہ ہوگا کہ ہم عیدگاہ بنا دیں گے۔ مگر وہ اپنے وعدے سے مکر گیا۔ ایک عرصہ ہو گیا۔ جب گاؤں والوں نے یہ کہا کہ آپ کو اس سال بنانا ہے تو زید نے جواب دیا کہ ہم کو اس دین سے کوئی مطلب نہیں ہے اور نہ ہم کچھ جانتے ہیں۔ اب از روئے شرع زید مسلمان رہا یا نہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

۲۔ پھر اسی گاؤں میں عمرو کی لڑکی کا انتقال ہوا۔ گاؤں کے سارے لوگ کفن دفن میں شریک ہوئے مگر زید مذکور اپنے دروازہ پر کھڑا کام کرتا رہا مگر جنازہ میں شامل نہ ہوا۔ بنا بریں زید پر شرع کیا حکم نافذ کرتی ہے۔ فقط سائل محمد حنیف ذوسوبگہہ

الجواب بعون الملک الوہاب

۱۔ قائل اس جملہ کا کہ ہم کو اس دین سے کوئی مطلب نہیں۔ مراد اس سے دین برحق دین اسلام کو لیا تو کہتے ہی کافر ہو گیا اور اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی۔ اس شخص پر توبہ اور تجدید ایمان و نکاح فرض ہے۔ جب تک توبہ اور تجدید ایمان و نکاح نہ کرلے، اس سے سلام و کلام اس کے ساتھ نشست و برخاست حرام ہے۔

۲۔ میت اگر پڑوسی یا رشتہ دار یا کوئی نیک شخص ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ چلنا نفل

افضل ہے (عالمگیری) اور بخاری شریف و مسلم شریف و ابوداؤد شریف و ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسلمان پر مسلمانوں کے پانچ حق ہیں۔ اول سلام کا جواب دینا۔ دوم مریض کو پوچھنے کو جانا۔ سوم جنازہ کے ساتھ جانا۔ چہارم دعوت قبول کرنا۔ پنجم چھینکنے والے کا جواب دینا۔ ایک دوسری حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پانچ چیزیں جو ایک دن میں کریگا، اس کو اللہ جنتیوں میں لکھدے گا۔ ۱۔ مریض کی عیادت کرے، ۲۔ جنازہ میں حاضر ہو، ۳۔ روزہ رکھے، ۴۔ جمعہ کو جائے، ۵۔ غلام آزاد کرے۔ ابن خزیمہ اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج تم میں کون روزہ دار ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں۔ فرمایا آج تم میں کون مسکین کو کھانا کھلایا، عرض کیا میں نے۔ فرمایا آج کون جنازہ کے ساتھ گیا، عرض کی میں۔ فرمایا آج کس نے مریض کی عیادت کی، عرض کی میں۔ فرمایا یہ خصلتیں کسی میں کبھی جمع نہ ہوں گی مگر جنت میں داخل ہو گا (بہار شریعت حصہ چہارم)

مذکورہ بالا بیان سے عیاں ہو گیا کہ جنازہ کی شرکت شرع شریف کو محبوب و مقبول ہے مسلمان بھائی کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ شمولیت میں جنت کی بشارت ہے خدائے عزوجل مجدہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی ہے۔ بے عذر شامل نہ ہونے میں محرومی ہے ثواب نہ پائے گا۔ لیکن جنازہ پڑھنے پڑھانے کا مطالبہ مسلمان سے ہو گا جبکہ میت بھی مسلمان ہو۔ کافر سے نہ ہو گا۔ جب زید مذکور کلمۂ کفر بول کر اسلام سے خارج ہو گیا، اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی تو اس کو جنازہ میں شامل کرنا حرام حرام جب تک توبہ کرکے از سر نو مسلمان نہ ہو جائے اور تجدید نکاح نہ کر لے اس وقت تک اسے بھائی چارگی سخت حرام ہے کہ خدائے عزوجل کا باغی ہو کر کوئی بھائی بھائی نہیں رہ جاتا۔ اس صورت میں جنازہ کی شرکت کا خواہش مند جاہل ہے اور شرعی

جہالت میں مبتلا۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال ۱

ایک عالم دین ہوکر جو دوسروں کو سمجھائے کہ بھائی وہابی کے گھر آنا، جانا اور اس کے گھر کھانا پینا اور رشتہ برادری کرنا یہ سب ناجائز ہے اور وہ خود وہابی سے میل جول رکھے، کھائے پیئے، رشتہ وغیرہ سب قائم کرے۔ اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین۔

سوال ۲ ایک عالم دین ہوکر نماز نہ پڑھے اور وہ امامت کے لیے جھگڑے جھگڑ کر امامت کرے، اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور اس کا امامت کرنا کیسا ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین۔

سوال ۳ ایک پیٹ بھرا آدمی کے لیے کھانا کیسا ہے یعنی جس کے اوپر زکوٰۃ فرض ہو، اس آدمی کے لیے کافر مردہ کے نام کا کھانا کیسا ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

سوال ۴ کافر کے گھر کھانا پینا اور اس سے دوستی کرنا کیسا ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین۔

سوال ۵ جان جاتی ہو یعنی کافر نے مسلمان کو گرفت کرلیا ہو اور کافر یہ کہتا ہو کہ اگر تو خنزیر کا گوشت کھالو گے تو ہم تمہیں آزاد کردیں گے اور اس وقت کوئی مسلمان بھائی بھی نہیں ہے جو اس سے بچائے یا کوئی ایسی بیماری ہے کہ دنیا کی کسی دوا سے اس کی بیماری اچھی نہیں ہوتی اور سب حکیم یا ڈاکٹر یہی کہتے ہیں کہ خنزیر کا گوشت کھالو تو تم اچھا ہو جاؤ گے یا تم کو آزاد کردوں گا، تو کیا اس وقت ان دونوں آدمیوں کے لیے خنزیر کا گوشت کھانا جائز ہوگا یا نہیں اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین۔

ہر سوال کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیں۔ سائل: محمد قاسم رضوی مقام ہنس پور طلمان پوسٹ ہنس پور دھنوسا نیپال

۲۹-۱۰-۱۴۰۷ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

۱ بد عمل ہے۔ اس کے قول وفعل میں تضاد ہے۔ ایسوں کے ہی بارے میں قرآن شریف میں آیا ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہ کرتے ہو کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ وفی مشکوٰۃ شریف عن زیاد ابن حدیر قال قال لی عمر ھل تعرف ما یھدم الاسلام قال قلت لا قال یھدمہ زلۃ العالم وجدال المنافق بالکتاب وحکم الائمۃ المضلین رواہ الدارمی زیاد ابن حدیر سے مروی، انہوں نے کہا مجھ سے حضرت عمر فاروق نے دریافت فرمایا کہ اسلام کو ڈھانے والی، نقصان پہنچانے والی کوئی چیز ہے جانتے ہو ان سے کا بیان ہے کہ میں نے کہا نہیں تو فرمایا عالم کی لغزش (بے عملی) اسلام کو نقصان پہنچاتی ہے اور منافق کا کتاب کے ساتھ جھگڑنا اور گمراہ سرداروں کا فیصل بننا وعن ابی درداء قال انّ من اشرالنّاس عند اللہ منزلۃ یوم القیامۃ عالم لاینتفع بعلمہ رواہ الدارمی۔

یعنی ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی فرماتے ہیں بدترین انسان اللہ کے نزدیک قیامت کے دن درجہ کے اعتبار سے وہ عالم ہے جو اپنے علم کے ذریعہ عمل کرکے فائدہ نہ حاصل کرے۔ ایک روایت میں ہے، جاہل بے عمل کو ایک عذاب اور عالم بے عمل کو سات گنا عذاب ہے مرآۃ میں ہے علم درخت ہے عمل اس کا پھل۔ بڑا بدنصیب ہے وہ شخص جو اپنے درخت کا پھل خود نہ کھائے۔

۲ وہ فاسق ہے۔ اس کی امامت ناجائز ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ ہے اس کو ہرگز امام نہ بننے دیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص۱۲۲ میں ہے الفاسق العالم تجب اھانتہ شرعاً فلایعظم یعنی فاسق عالم بھی ہو تو اس کی اہانت شرعاً واجب و لازم ہے

اور اس کی تعظیم ناجائز اقول امامت میں اس کی تعظیم ہوتی ہے۔ اسی لیے وہ امامت کا ہرگز مستحق نہیں ہے۔ تاوقتیکہ توبہ کرکے اپنی اصلاح نہ کرلے، امامت کے منصب پر فائز ہونے کے قابل نہیں۔

۳ کسی کو بھی کھانا مناسب نہیں۔

۴ اس کے کھانے سے احتراز چاہیئے اور گوشت تو اس کے یہاں کا کسی حال میں کھانا روا نہیں۔ دوستی کسی بھی کافر سے حرام، کافر اصلی ہو یا مرتد منافق مثلاً وہابی، دیوبندی رافضی قادیانی، نیچری، چکڑالوی اور کافر مجاہر جیسے دہریہ، مشرک مجوسی، یہود و نصاریٰ ہر قسم کے کافروں سے مودت محبت حرام قرآن و حدیث کے خلاف۔ قرآن شریف میں ہے۔ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ج مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں پ۳ اور حدیث شریف میں ہے لا تصاحب الا مومنا مومن کے سوا دوست نہ بنا۔

۵ حالت اضطرار میں بقدر ضرورت کی اجازت ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں پ۲ اور دوا کے طور پر کسی بھی حرام چیز کا استعمال جائز نہیں کہ حرام میں شفا نہیں رکھی گئی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۴ ر ۱۱ ر ۱۴۰۰ھ شب جمعہ مبارکہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں کہ عبدالرشید ابن محمد حبیب نے اپنی بیوی کو بیک وقت چار گواہوں کے سامنے تین طلاقیں دیں اس لفظ کے ساتھ کہ "ایک دو تین میں تین طلاق دیتا ہوں" اس طرح کئی مرتبہ کہا۔ یعنی تین سے زائد۔ لڑکی نے اپنے والدین کو خبر دیا کہ مجھے طلاق دے دیا ہے۔ لڑکی کے والدین

نے تو لڑکا اور لڑکی دونوں نے انکار کیا کہ طلاق نہیں ہوا ہے۔ لڑکا نے کہا طلاق نہیں دیا ہوں لڑکی نے کہا ہمیں طلاق نہیں دیا ہے۔ چار گواہوں میں دو گواہ اقرار کیا دو چھپا دیا۔ جن گواہ نے حقیقت کو چھپایا۔ اس پر شریعت میں کیا حکم ہے۔ کچھ دنوں بعد لڑکا نے خود اقرار کیا میں طلاق دے چکا ہوں یعنی تین طلاق دے چکا ہوں کتنے لوگوں کے سامنے کہا۔ اب وہ لڑکی حالت حمل میں ہے اور طلاق بھی حالت حمل ہی میں دی گئی۔ لڑکی اب تک اسی گھر میں رہتی ہے اور لڑکا گھر پر نہیں ہے۔ لڑکی لڑکا کے والد کے رشتہ میں ہے یعنی خالو کے رشتہ میں ہے۔ خالو کہتے ہیں کہ اپنے ہی گھر میں رکھوں کھانا وغیرہ میں خود دیا کروں۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ اس لڑکی کو نہیں رکھ سکتے ہیں۔ لہٰذا لڑکی عدت کے اندر کہاں رہے اور لڑکا پھر لوٹانا چاہتا ہے۔ اس کی صورت کیا ہوگی۔ بینوا وتوجروا

محمد حبیب مقام منہروا پوسٹ مرچیا ضلع سرہا نیپال

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مستفسرہ میں عورت حرمت غلیظہ کے ساتھ مطلقہ ہو گئی۔ بے حلالہ ہرگز ہرگز عبدالرشید کے لیے وہ حلال نہیں ہو سکتی حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت عدت کی مدت پہلے پوری کرلے۔ حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد کسی عاقل بالغ سنی صحیح العقیدہ بریلوی یا جس سے عورت کا نکاح شرعاً ہو سکتا ہے کرے پھر دوسرا شوہر عورت سے ہمبستری ہو کر طلاق دے پھر عورت طلاق کی عدت گذارے یعنی حائضہ ہے تو تین حیض پورا کرلے اور اگر اس دوسرے شوہر کی صحبت سے پھر حاملہ ہو گئی تو اس کی عدت پھر وضع حمل ہوگی وہ وضع حمل یعنی بچہ جننے کے بعد اب شوہر اول کے لیے جائز ہوگی۔ اب عبدالرشید دوبارہ نکاح کے بعد اس کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے کہ تین طلاق کے بعد عورت بے حلالہ جائز نہیں ہوتی اور جن لوگ نے گواہی چھپائی اس نے حرام اور گناہ کا کام کیا کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے۔ تو یہ اس پر ہے۔ وہ گواہی چھپا کر عورت کو اسی عبدالرشید کے سپرد کرنا چاہتا تھا۔ حالانکہ تین طلاق کے

بعد عورت کو رکھنا حرام اشد حرام ہے۔ اس کے ساتھ رہنا زنا خالص ہے۔ اس حالت میں جو بچہ ان دونوں سے ہوگا ولد زنا اور حرامی ہوگا تو گویا گواہی چھپانے والا عبدالرشید اور عورت کو زنا کاری میں مبتلا کر کے حرامی بچہ پیدا کرانا چاہتا تھا نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ من ذالک۔

قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ترجمہ: اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے ۲

حدیث شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور جھوٹی گواہی دینا اور گواہی کو چھپانا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ادائے شہادت فرض ہے اور کتمان اس کا گناہ۔ عورت مرد کا اقرار کے بعد انکار یہ بھی حرام اور اشد حرام توبہ کرے۔ عورت پر فرض کردہ اس سے الگ ہو جائے اور مرد پر بھی فرض ہے عورت سے جدا رہے۔ عورت کو لڑکا کا باپ رکھنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا عورت میکے چلی جائے نان و نفقہ وضع حمل تک مرد کے ذمہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ۲۸ ر ۱ ر ۱۴۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نشہ کی حالت میں اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق دیدے تو واقع ہوگی یا نہیں۔ ہارون ساکن جنکپور نے اپنی بیوی کو تین طلاق نشہ کی حالت میں دے دیا اور اسی کے ساتھ رہتا ہے میاں بیوی کا سا برتاؤ کرتا ہے۔ اس کا یہ عمل از روئے شرع کیسا ہے۔ اس کے یہاں کھانے پینے کا کیا حکم ہے۔ اس کا ساتھ دینا کیسا ہے۔

مسئلہ ۲ حمل کی حالت میں اگر طلاق دے تو واقع ہوگی یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ حمل کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ بینوا و توجروا

سائل: انصاری سواہیتی جنکپور دھام (نیپال) ۱۴ ر ۸ ر ۱۴۰۷ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

جواب ۱: ہاں واقع ہو جائے گی۔ قرآن حکیم میں ہے الطلاق مرتان الی قولہ سبحانہ وتعالیٰ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ من غیر فصل اور بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع کے جزء ثالث ص ۹۹ پر ہے۔

واما السکران اذا طلق امرأتہ فان کان سکرہ بسبب محظور بان شرب الخمر او النبیذ طوعا حتی سکر وزال عقلہ فطلاقہ واقع عند عامۃ العلماء وعامۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم۔

یعنی کوئی نشہ والا اپنی زوجہ کو طلاق دے اور اس کا نشہ کسی ناجائز چیز مثلاً شراب یا نبیذ کے بخوشی استعمال کرنے سے ہو تو عام علماء اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی اور حدیث شریف میں ہے کل طلاق جائز الا طلاق الصبی والمعتوہ یعنی بچہ اور پاگل کے علاوہ ہر شخص کی طلاق واقع ہے۔

مذکورہ بالا دلیلوں سے روز روشن کی طرح روشن ہو گیا کہ اس شخص کی زوجہ اس پر حرمت غلیظہ کے ساتھ حرام ہو گئی اب وہ نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ جبتک کہ حلالہ نہ ہو لے نکاح کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ میاں بیوی کا سا سلوک حرام حرام حرام اور سخت حرام ہے۔ اس پر فرض ہے کہ اس کو اپنے پاس سے جلد جدا کر دے۔ اپنے پاس ہرگز ہرگز نہ رکھے اگر وہ اس کو جلد جدا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں کا اس سے میل جول، خلط ملط حرام ہے ایسوں سے دوستی حرام، ایسوں کے یہاں کھانا حرام کہ قرآن شریف میں ہے فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔

جواب ۲: ضرور واقع ہو جائے گی قرآن شریف پ ۲۸ سورہ طلاق میں ہے۔ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن یعنی حمل والیوں کی عدت شوہر زندہ ہو یا شوہر فوت کر گیا ہو بچہ پیدا ہونے تک ہے۔ اور ہدایہ میں ہے

وطلاق الحامل یجوز عقیب الجماع الخ اس عبارت سے بھی مفہوم ہوا کہ حمل والی کو طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۴ ر ۸ ر ۱۴۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ابن محمد مسلم نے اپنی بیوی عائشہ کو ایک رات بحالت نشہ طلاق دیدیا مگر جب نشہ سے ہوش میں آیا تو اپنے لفظ طلاق سے پشیمان و شرمندہ ہوا اور اسے احساس ہوا کہ ہم نے کیا کہدیا مطلقہ بیوی سے تین اولادیں اور ابھی بھی بیوی حاملہ ہے۔ زید اپنی بیوی کو رجوع کرنا چاہتا ہے۔ اس وجہ سے ابھی تک مارے خوف کے الگ تھلگ زندگی بسر کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ زید نشہ میں تھا طلاق دے دیا اور عائشہ ابھی بھی حمل سے ہے طلاق رجعی کی شکل اپنانے کو بتا رہا ہے۔ بنابریں ملتمس ہوں کہ مسئولہ صورت کا حل قرآن و حدیث کی روشنی میں لکھ کر ہمیں ممنون و مشکور فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

سوال کرنے والے : ماسٹر محمد ہارون بگواہ بیلٹ درزی و صدیق خاں جگپور

الجواب بعون الملک الوهاب

طلاق دیکر پشیمان ہونے اور پچھتانے سے طلاق واپس نہیں ہو سکتی شرمندہ ہونا اب لا حاصل ہے۔ ہوش و بے ہوش خرد و بے خردگی کی گفتگو بے فائدہ ہے۔ عائشہ کو بلا شک و شبہ طلاق واقع ہو گئی۔ زید نے ایک طلاق دی تو ایک دو طلاق دی تو دو۔ تین طلاق دی تو تین۔ صریح دی ہے تو صریح۔ بائن دی ہے تو بائن۔ صریح کی صورت میں ایک دو طلاق تک رجعت مدت کے اندر اندر کر سکتا ہے اور اگر عدت کی مدت گذر گئی ہو یا طلاق بائن ایک یا دو دی ہو تو عائشہ کی رضا حاصل کر کے از سر نو نکاح لازم ہے نشہ کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بخاری شریف صفحہ ۷۹۴ وقال علی الم تعلم ان القلم رفع عن ثلاث عن المجنون حتیٰ یفیق وعن الصبی حتیٰ یدرک و

النائم حتی یستیقظ وقال علی وکل الطلاق جائز الا طلاق المعتوہ
یا امیر المومنین سید العارفین امام الکاملین باب مدینۃ العلم سیدنا علی شیر خدا مشکل کشا
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا آپ کو نہیں معلوم؟ کہ تین اشخاص مرفوع القلم ہیں۔ ایک مجنون،
جب تک اس کے جنون کا ازالہ نہ ہو جائے دوسرا بچہ تا وقتیکہ بالغ نہ ہو لے۔ تیسرا سونے
والا تا آنکہ بیدار ہو جائے اور فرمایا ہر شخص کی طلاق واقع اور نافذ ہے سوائے معتوہ
کے۔ اور عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ص۲۵۱ میں شیخ امام بدر الدین ابو محمد محمود ابن احمد
عینی فرماتے ہیں وذھب مجاھد الی ان طلاقہ یقع وکذا قالہ محمد و
الحسن وسعید ابن المسیب وابراھیم بن یزید النخعی و
میمون بن مھران وحمید ابن عبد الرحمٰن وسلیمان بن یسار
والزھری والشعبی وسالم بن عبد اللہ والاوزاعی والثوری وھو
قول مالک وابی حنیفۃ واختلف فیہ قول الشافعی فاجازہ مرۃ
ومنعہ اخری والزمہ مالک الطلاق والقود من الجراح ومن
القتل یعنی حضرت مجاہد اس طرف گئے ہیں کہ نشہ والے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور حضرت
امام محمد اور حسن اور حضرت سعید ابن مسیب حضرت ابراہیم ابن یزید نخعی اور حضرت میمون
ابن مہران، حضرت حمید ابن عبد الرحمٰن حضرت سلیمان ابن یسار اور حضرت زہری حضرت
شعبی حضرت سالم ابن عبد اللہ اور حضرت اوزاعی حضرت ثوری اور حضرت امام مالک اور حضرت
امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ نشہ والے کی طلاق نافذ ہو جاتی ہے اور حضرت امام
شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول ہے کہ اس کی طلاق ہو جاتی ہے اور حضرت امام مالک نے اس
پر طلاق اور قصاص اس کے زخمی کرنے یا قتل کرنے پر واجب و لازم قرار دیا ہے اور ترمذی
شریف ص۱۴۲ میں "باب ماجاء فی طلاق معتوہ" کے تحت حاشیہ میں ہے قال الطیبی
اختلفوا فی طلاق السکران فذھب بعضھم الی ان طلاقہ لا یقع

لانہ لاعقل لہ کالمجنون وھو قول عثمان وابن عباس واٰخرون الی ان طلاقہ واقع لانہ عاص لم یزل عنہ بہ الخطاب ولا اثمہ بدلیل انہ یومر بقضاء الصلوٰۃ ویاثم باخراجہا عن وقتہا وبہ قال علی رضی اللہ عنہم وھو قول مالک والثوری والاوزاعی وظاھر مذھب الشافعی وابی حنیفہ یعنی

حضرت طیبی نے ارشاد فرمایا کہ نشہ والے کی طلاق کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں طلاق نہ ہوگی کہ اس کی عقل پاگل کی طرح زائل ہو چکی ہے اور یہی قول حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے لیکن ان کے علاوہ سارے حضرات اس طرف گئے ہیں کہ اس کی طلاق ہو جائے گی کیوں کہ یہ خدا جل مجدہ کا نافرمان ہے۔ نہ اس بدکردار سے خطاب خداوندی زائل ہو سکتی ہے اور نہ وہ اس گناہ سے خلاصی پا سکتا ہے۔ اس کی روشن دلیل یہ ہے کہ اس نشے والے نے اگر بحال نشہ نماز قضا کر دی تو اسے نماز کی قضا کا حکم دیا جائے گا اور اس حالت میں وقت سے بے وقت کر دیا ہے تو اس کے وبال سے نہ بچے گا گنہگار ہوگا اور یہی حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان ہے۔ اور یہی قول حضرت امام مالک اور حضرت ثوری اور حضرت اوزاعی اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم کا اور یہی حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے انتہیٰ۔ اور فقہ حنفی کی مسلم و معتبر ہدایہ کے صفحہ ۳۳۸ پر ہے طلاق السکران واقع یعنی نشہ والے کی طلاق واقع ہے اور فتح القدیر جزء ثالث صفحہ ۳۴۵ پر محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین محمد ابن عبد الواحد معروف با بن ھمام حنفی فرماتے ہیں کذا عتاقہ وخلعہ یعنی جس طرح سے نشہ والے کی طلاق واقع ہے ویسے ہی اس کا آزاد کرنا اور خلع کرنا واقع ہے۔ پھر اختلاف کو بیان فرماتے ہوئے عقلی اور نقلی دلیلوں سے ثابت فرمایا کہ بحال سکر (نشہ) طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور ہدایہ کے حاشیہ پر ایک حدیث مروی ہے ان کان فی السکر من اللہ فلیس طلاقہ بشیء وان کان من الشیطان

جائز یعنی خداوند ذوالجلال کی شراب محبت میں مست الست بنا تو وہ مرفوع القلم
کی طلاق کچھ نہیں اور اگر کسی ناجائز کے ارتکاب سے مست الا نشہ والا ہوا تو حکم
لازم ہے اور بدائع الصنائع جزء ثالث صہ ۹۹ پر ہے اما السکران اذا
طلق امرأته فان کان سکرہ بسبب محظور بان شرب الخمر او
النبیذ طوعا حتی سکر و زال عقله فطلاقه واقع عند
عامة العلماء و عامة الصحابة رضی الله عنہم یعنی اگر نشہ والا اپنی عورت
کو حال نشہ طلاق دے گا تو اگر اس کا نشہ کسی ممنوع شرعی کے ارتکاب سے پیدا ہوا ہے
مثلاً اس نے شراب پی یا نبیذ نوش کیا جبر و اکراہ سے نہیں بلکہ اپنی خوشی و رضا سے تو اسکی
طلاق عام صحابہ اور علماء رضی اللہ عنہم کے نزدیک واقع ہے۔ انتہی۔ پھر فرماتے ہیں کہ
نشہ والے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس کی دلیل اللہ عزوجل کے قول
الطلاق مرتان الی قوله سبحانه وتعالیٰ فان طلقها فلا تحل له
من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ من غیر فصل بین السکران وغیرہ
عموم ہے الا من خص بدلیل وقوله علیه الصلوٰة والسلام کل
طلاق جائز الا طلاق الصبی والمعتوہ ولان عقله زال بسبب
ہو معصیة فینزل قائما عقوبة علیه وزجراله عن ارتکاب المعصیة و
لہذا لو قذف انسانا او قتل یجب علیه الحد والقصاص وانہما
لا یجبان علی غیر العاقل دل ان عقله جعل قائما وقد یوتی للزائل
حقیقة حکم القائم تقدیرا اذا زال بسبب ہو معصیة للزجر والردع
یعنی خداوند کریم کے ارشاد الطلاق مرتان الخ کا عموم اسی پر دال ہے کہ نشہ والے
کی طلاق واقع ہو جاتی ہے کہ سکران اور غیر سکران کے درمیان کوئی فرق نہیں بیان فرمایا
اور عموم پر رہے گا۔ جب تک کہ کسی دلیل سے مخصوص نہ ہو جائے۔ حضور پر نور سید عالم

نورمجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر شخص کی طلاق واقع ہو جائیگی سوائے بچہ اور پاگل کے اس پر دلالت رکھتا ہے کہ اس کی طلاق واقع ہو جائے گی اور چونکہ اس کی عقل زائل ہوتی ہے معصیت کے ارتکاب سے اسی لیے اس کی عقل کو زائل نہ مانا جائے گا تاکہ سزا مرتب ہو۔ اور معصیت کے ارتکاب سے اسے باز رکھا جائے۔ اسی وجہ سے وہ اگر کسی کو تہمت لگائے گا یا قتل کرے گا تو اس پر حد اور قصاص واجب اور لازم ہے حالانکہ یہ دونوں غیر عاقل پر واجب نہیں ہے۔ یہ بھی دلالت رکھتا ہے اس پر کہ اس کی عقل قائم ہے۔ اور زائل کو قائم کا حکم حقیقۃ تقدیراً اس لیے دے دیا جاتا ہے جب زوال عقل معصیت سے ہوا ہو تاکہ غلط کاریوں سے روکا جائے اور معاصی پر سرزنش کیا جا سکے اور درمختار میں ہے ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو تقدیراً بدائع لیدخل السکران اور ردالمحتار میں ہے (قولہ لیدخل السکران) ای فانہ فی حکم العاقل زجراله فلامنافاۃ بین قولہ عاقل وقولہ الآتی اوسکران اور ص۴۵ پر ولو بنبیذ کے تحت مرقوم ہے ای سواء کان سکرہ من الخمر اوالاشربۃ الاربعۃ المحرمۃ اوغیرھا من الاشربۃ المتخذۃ من الحبوب والعسل عند محمد قال فی الفتح وبقولہ یفتی لان سکر من کل شراب محرم وفی البحر عن البزازیۃ المختار فی زماننا لزوم الحد ووقوع الطلاق اھ پھر خاتم المحققین شیخ محمد امین شہیر بابن عابدین علامہ فہامہ قولہ والفتوی علیہ کے تحت فرماتے ہیں قد علمت مخالفتہ لسائر المتون ح وفی التاتارخانیۃ طلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر او النبیذ وھو مذھب اصحابنا الخ ان سارے عبارتوں کا مفاد یہی ہے کہ نشہ والے کی طلاق واقع ہے۔ ان مذکورہ بالا بیان سے عیاں ہو گیا کہ اثر عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ لیس بجنون ولا سکران

دوسری تاویل یہ ہوگی کہ جو کوئی شراب معرفت الٰہی کا جام پیکر دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہوگیا ہو اور آسمان سے زمین کو نہ جانتا ہو جیسا کہ حکم کی روایت ابھی گذری کہ وہ مدہوشی خداوند کریم کی جانب سے ہو یا کسی جائز چیز کے استعمال سے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہو جیسا کہ بدائع الصنائع اور فتح القدیر کی تشریحات سے مصرح ہے۔ ان صورتوں میں عدم الوقوع کا قول ہو سکتا ہے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہ پہنچی ہو اور قیاس سے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہو۔ ورنہ ہرگز ہرگز نص کی موجودگی میں قیاس سے کام نہیں لیتے۔ میری اس تاویل سے قرآن و حدیث و اثر سب پر عمل ہو جاتا ہے اور قرآن عظیم کا عموم بھی اپنی جگہ سلامت رہتا ہے ورنہ پیش کردہ قرآن و حدیث و اثر کا کیا جواب ہوگا۔

اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اثر عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا پیش کرنا کیا وزن رکھے گا اور تین طلاق دی ہو تو وہ حرمت غلیظہ کے ساتھ مغلظہ ہو جائے گی اور بے حلالہ ہرگز جائز نہیں ہو سکتی کما فی القرآن العظیم ھٰذا ما عندی و ہو المولیٰ تعالیٰ اعلم و ہو الموفق للسداد و منہ الہدایۃ والرشاد

واللہ اعلم بالصواب ۲۳ ر ۸ ر ۱۴۰۰ھ

لیاقت میاں ابن اَمولی میاں ساکن ٹھلاپوسٹ سیلا ضلع دھنوسا

ازروئے تحقیق وہابی میں سے ہیں۔ اس کا سارا کام وہابی ہی کے طور و طریقے پر ہوتا ہے۔ اسی لیے شریعت کا جو حکم اس سلسلہ میں ہو نافذ کیا جائے۔ زبیدہ اس سے چھٹکارا چاہتی ہے اور وہ طلاق نہیں دیتا ہے۔

محمد عثمان بیلا جنک پور دھام ضلع دھنوسا (نیپال)

محمد شمس الدین

۱۷ ر شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

دراصل وہابی، دیوبندی، قادیانی مرتدین ہیں کما فی حسام الحرمین وفی الفتاوی الرضویہ اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا کما فی عالمگیری والدر المختار ورد المحتار، اس کو لڑکی دینا زنا رخالص ہے۔ کما فی احکام شریعت طلاق کی کوئی حاجت نہیں۔ اس کو اسی دعوے سے واپس لیں کہ جو نکاح اس طور پر ہوا تھا وہ باطل تھا۔ درحقیقت نکاح ہوا ہی نہیں کہ طلاق حاصل کرنے کی حاجت ہو۔ کذا فی الجزء الخامس من الفتاوی الرضویہ۔ زبیدہ کا نکاح کسی سنی صحیح العقیدہ اس کے ہم مذہب ہم کفو سے کر دیں۔

واللہ اعلم بالصواب

۲۳ر ۸ر ۱۴۰۶ھ

مسئلہ:

ہم مسلمانان یا سوسائٹی کے نزدیک ایک طلاق کا مسئلہ سامنے آیا ہے جسے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی سے کسی طرح کی ان بن ہو جانے کی وجہ کر اپنے سسر اور والد کے سامنے ہی تین طلاق طلاق طلاق دیدیا جبکہ زید کی بیوی تین ماہ کی حاملہ ہے۔ اب صورت یہ پیدا ہو گئی ہے کہ زید نہ اپنی بیوی کو رکھنے کو تیار ہے اور نہ لڑکی ہی اپنے شوہر پر رہنے کے لیے تیار ہے۔ اب ایسی حالت میں شریعت کے مطابق زید کے لیے کیا حکم ہے خلاصہ تحریر کریں۔

طلاق ہونے کے وقت زید کے والد کا نام ماسٹر محمد ہاشم ہے اور زید کے سسر جن کا نام محمد حسین ہے، ہی گواہ ہیں۔

۱۔ محمد ہاشم

۲۔ محمد حسین

الجواب بعون الملک الوہاب

سے لڑکی زید پر حرمت غلیظہ کے ساتھ حرام ہوگئی اب زید دوبارہ
بے حلالہ نکاح میں لا سکتا ہے۔ لڑکی کو پورا پورا اختیار ہے کہ بعد وضع حمل کسی
سنی صحیح العقیدہ جس سے اس کا نکاح شرعاً ہو سکتا ہے نکاح کرلے۔ زید کے ساتھ
ہرگز ہرگز نہیں رہ سکتی۔ ہاں زید پر عدت کے دنوں کا نان و نفقہ ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۸ رشوال المکرم ۱۴۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ بوقت اقامت امام و مقتدی بیٹھ کر تکبیر سنیں یا کھڑے ہوکر؟ بعض لوگ کہتے ہیں بیٹھ کر سننا نیا مسئلہ ہے بریلوی کا گڑھا ہوا ہے۔ فلاں فلاں مقام پر بوقت اقامت لوگ کھڑے رہتے ہیں۔ صرف بریلی والے ہی اس وقت بیٹھے رہتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس وقت کیا کرے اور کس وقت کھڑے ہوں؟ حدیث وفقہ کی روشنی میں صاف صاف مفصل ومدلل بحوالہ کتب معتبرہ جواب عطا فرمائیں بینوا وتوجروا

مستفتی (مولانا) امیر الدین رضوی صدر المدرسین جامعہ رضویہ پٹنہ سیٹی
و سید ولی الدین ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ پٹنہ سیٹی (بہار)

۹۲ / ۸۶ء

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد!

الجواب بعون الملک الوہاب ومنہ ہدایۃ الحق والصواب

امام ومقتدی دونوں بوقت اقامت بیٹھے بیٹھے تکبیر سنیں اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد میں آئے کہ تکبیر ہورہی ہو فوراً بیٹھ جائے اور سب کے سب حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔ کھڑے کھڑے اقامت کا انتظار کرنا اور تکبیر سننا مکروہ ہے۔ دلائل وبراہین ملاحظہ ہوں۔ متبحر علمائے کبار وفقہائے نامدار وعلمائے ذی وقار کی ایک عظیم مہتم بالشان جماعت کی ترتیب دادہ اور تالیف کردہ کتاب مستطاب فتاویٰ ہندیہ معروف بفتاویٰ عالمگیری کے صفحہ ۲۹ جلد اول پر مسطور ومذکور ہے۔ اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح کذا فی المضمرات ۔ ان کان المؤذن غیر الامام وکان القو

مع الامام فی المسجد فانہ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ وھو الصحیح فاما اذا کان الامام خارج المسجد فان دخل المسجد من قبل الصفوف فکلما جاوز صفا قام ذلک الصف والیہ مال شمس الائمۃ الحلوانی والسرخسی وشیخ الاسلام خواھر زادہ ؛ وان کان الامام دخل المسجد من قدامھم یقومون کما رأوا الامام وان کان المؤذن والامام واحدًا فان اقام فی المسجد فالقوم لایقومون مالم یفرغ عن الاقامۃ وان اقام خارج المسجد فمشائخنا اتفقوا علی انھم لایقومون مالم یدخل الامام المسجد ؛ انتہی

ترجمہ: جب کوئی شخص اقامت کے وقت (مسجد) آئے تو اسے کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے پھر مؤذن جب حی علی الفلاح کہے تو کھڑا ہو۔ یہی حضرات میں ہے اگر مؤذن امام کے سوا کوئی اور ہو اور نمازی مع امام کے مسجد کے اندر ہوں تو مؤذن جس وقت اقامت میں حیّ علی الفلاح کہے اسی وقت ہمارے تینوں علماء کے نزدیک امام اور سارے نمازی کھڑے ہوں لہٰذا یہی صحیح ہے اور امام مسجد سے باہر ہوں تو اگر صفوں کی جانب سے مسجد میں داخل ہوں تو جس صف سے وہ گزریں وہ صف کھڑی ہو جائے اور اسی طرف شمس الائمہ حلوانی اور سرخسی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ کا رجحان ہے اور اگر امام مسجد میں نمازیوں کے سامنے سے آئیں تو امام کو دیکھتے ہی سب کے سب کھڑے ہو جائیں اور اگر مؤذن و امام ایک ہو تو اگر وہ اقامت مسجد کے اندر کہے تو جب تک اقامت سے فارغ نہ ہوئے تب تک نمازی کھڑے نہ ہوں اور اگر وہ مسجد سے باہر اقامت کہے تو ہمارے مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جب تک امام مسجد میں داخل نہ ہوں، نمازی کھڑے نہ ہوں۔ انتہی

حضرت علامہ شیخ علاء الدین محمد بن علی حصکفی متوفیٰ عاشر شوال ۱۰۸۸ھ اور

علامہ سید محمد امین شہیر بابن عابدین متوفی ۱۲۵۳ھ دونوں حضرات اپنی اپنی کتاب درالمختار اور ردالمحتار کے ص۲۹۵ ج۱ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ دخل المسجد و المؤذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاہ ؛ ویکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح۔

ترجمہ:۔ کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اس وقت کہ مؤذن اقامت کہہ رہا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا رہے۔ امام کے اپنے مصلیٰ پر کھڑے ہونے تک اور اس کے لیے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے۔ جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہنچے تو کھڑا ہو۔

پھر علامہ نبیہہ فہامہ فقیہہ شیخ علاء الدین حنفی حصکفی درمختار کے ص۳۵۴ ج۱ پر رقمطراز ہیں والقیام لامام ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح خلافا لزفر فعندہ عند حی علی الصلاۃ۔

ترجمہ:۔ امام و مقتدی دونوں کو کھڑا ہونا چاہیے جس وقت حی علی الفلاح کہا جائے زفر رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں خلاف ہے ان کے نزدیک حی علی الصلاۃ پر کھڑا ہونا چاہیے۔

اور اسی کے تحت علامہ شامی محمد امین معروف بابن عابدین وحید دہر، فرید عصر ردالمحتار میں تحریر فرماتے ہیں۔ قولہ حین قیل حی علی الفلاح کذا فی الکنز ونور الایضاح والاصلاح والظہیریۃ والبدائع وغیرھا والذی فی الدرر متنا وشرحا عند الحیعلۃ الاولیٰ یعنی حین یقال حی علی الصلاۃ اھ وعزاہ الشیخ اسمٰعیل فی شرحہ الی عیون المذاھب والفیض والوقایۃ والنقایۃ والحاوی والمختار اھ قلت واعتمدہ فی متن الملتقیٰ و حکی الاول بقیل لکن نقل ابن الکمال تصحیح الاول ونص عبارتہ قال فی الذخیرۃ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ وقال الحسن ابن زیاد و زفر اذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰۃ قاموا الی الصف واذا قال مرۃ

رواہ الصحیح قول علمائنا الثلاثۃ اھ

یعنی کنز اور نور الایضاح اور اصلاح اور ظہیریہ اور بدائع اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا چاہیے اور درر میں متناً و شرحاً حی علی الصلاۃ پر کھڑا ہونا مذکور ہے اور شیخ اسماعیل نے اس کو عیون المذاہب اور فیض اور وقایہ اور نقایہ اور حاوی اور مختار کی طرف منسوب کیا ہے اور علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ملتقی کے متن میں اسی پر اعتماد کیا ہے اول کی حکایت قیل سے کی ہے لیکن ابن کمال نے اول یعنی حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی تصحیح فرمائی ہے اور اپنی عبارت کی تصریح کی کہ ذخیرہ میں کہا ہے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو امام اور قوم کھڑے ہوں۔ یہ ہمارے تینوں امام، امام اعظم اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ہے اور حسن ابن زیاد اور زفر نے کہا ہے کہ جب مؤذن قد قامت الصلاۃ پہلی مرتبہ کہے تو سب صف میں کھڑے ہو جائیں اور جب دوسری مرتبہ کہے تکبیر تحریمہ کہیں لیکن ہمارے تینوں امام کا قول صحیح ہے یعنی حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا۔

عالم نبیل شیخ حسن ابن عمار ابن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ کی نور الایضاح مع مراقی الفلاح میں ہے من الادب (القیام) ای قیام القوم والامام ان کان حاضرا بقرب المحراب (حین قیل) ای وقت قول المقیم (حی علی الفلاح) لانہ امر بہ فیجاب وان لم یکن حاضراً یقوم کل صف حین ینتھی الیہ الامام فی الاظہر

یعنی آداب نماز سے ہے کہ اگر امام حاضر ہوں محراب کے پاس تو جب مقیم حی علی الفلاح کہے اس وقت امام اور مقتدی دونوں کو کھڑا ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ مقیم نے اپنے قول میں کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا اس کا جواب کھڑے ہو کر دینا چاہیے اور اگر امام حاضر ہوں تو امام کے پہنچنے پر کھڑا ہونا چاہیے۔ اور حاشیہ علی مراقی الفلاح ص ۲۲۵ پر (یقوم کل صف الخ) حضرت علامہ سید احمد ابن محمد اسمٰعیل طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ فرماتے ہیں عبارۃ بعضھم وکلما جاوز صفا قام ذالک الصف اھ وان

دخل من قد امہم قاموا حین رأوہ واذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ ودخل رجل المسجد فانہ یقعد ولا ینتظر قائما فانہ مکروہ کما فی المضمرات قہستانی ویفہم منہ کراھۃ القیام ابتداء الاقامۃ والناس عنہ غافلون

بعض فقہا کی عبارت میں ہے جس صف سے امام گزرے وہ صف کھڑی ہو جائے اور اگر امام ان کے سامنے سے مسجد میں داخل ہو تو سب کے سب کھڑے ہو جائیں جس وقت ان کو دیکھیں اور جب مؤذن اقامت شروع کرے اور مسجد میں کوئی اس وقت داخل ہو تو بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے کما فی المضمرات قہستانی اور اس سے ابتدائے اقامت میں قیام کی کراہت سمجھی جاتی ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

اور حضرت ملک العلماء ابو بکر ابن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ جو اپنی کتاب مستطاب معتبر و مستند بدائع الصنائع ص۲۰۰ ج۱ پر ذکر فرماتے ہیں۔ الجملۃ فیہ ان المؤذن اذا قال حی علی الفلاح فان کان الامام معہم فی المسجد یستحب للقوم ان یقوموا فی الصف وعند زفر والحسن ابن زیاد یقومون عند قولہ قد قامت الصلوۃ فی المرۃ الاولی ویکبرون عند الثانیۃ لان المنبئ عن القیام قولہ قد قامت الصلوۃ لا قولہ حی علی الفلاح ولنا ان قولہ حی علی الفلاح دعاء الی ما بہ فلاحہم وامر بالمسارعۃ الیہ فلا بد من الاجابۃ الی ذالک ولن تحصل الاجابۃ الا بالفعل وھو القیام الیہا فکان ینبغی ان یقوموا عند قولہ حی علی الصلوۃ لما ذکرنا غیر انا نمنعہم عن القیام کیلا یلغو قولہ حی علی الفلاح لان من وجدت منہ المبادرۃ الی شیئ قد عائہ الیہ بعد تحصیلہ ایاہ لغو من الکلام اما قولہ ان المنبئ عن القیام قولہ قد قامت الصلوۃ فنقول قولہ قد قامت الصلوۃ ینبئ عن قیام الصلوۃ لا عن القیام الیہا

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر امام نمازیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو لوگوں کا صف میں کھڑا ہونا اس وقت مستحب ہے جس وقت مؤذن حی علی الفلاح کہے اور زفر اور حسن ابن زیاد کے نزدیک کھڑے ہوں جس وقت مؤذن پہلی مرتبہ قد قامت الصلاۃ کہے اور تکبیر کہیں جب دوبارہ قد قامت الصلاۃ کہے اس لیے کہ اس کا قول قد قامت الصلاۃ قیام کی خبر دیتا ہے نہ اس کا قول حیّ علی الفلاح اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ان کا قول حیّ علی الفلاح بلاتا ہے ایسی چیز کی طرف جس چیز میں ان سب کی فلاح ہے اور اس کی طرف جلدی کرنے کا امر ہے تو ضروری ہوا اس کا جواب دینا اور جواب دینا بلا قیام الی الصلوٰۃ حاصل نہ ہوگا تو مناسب تھا کہ لوگ اس کے قول حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہوں' اس دلیل سے جو ہم نے ذکر کیا لیکن ہم ان کو کبھی کھڑے ہونے سے روکتے نہیں تاکہ اس کا قول حی علی الفلاح لغو قرار نہ پائے اس لیے کہ جس شخص سے کسی چیز کا کر لینا پا لیا گیا ہو پھر اس شخص کو اسی چیز کے حاصل کرنے کی طرف بلانا ایک بیکار سی بات ہوگی امام زفر کا قول کہ قد قامت الصلاۃ قیام کی خبر دیتا ہے تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ قد قامت الصلاۃ قیام صلاۃ کی خبر دیتا ہے نہ قیام الی الصلاۃ کی۔

اور حضرت علامہ ابو البرکات عبد اللہ ابن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ اپنی کتاب کنز الدقائق کے ص۳۲ پر ارشاد فرمایا والقیام حین قیل حی علی الفلاح کھڑا ہونا اس وقت ہے جب حی علی الفلاح کہا جائے اسی کے تحت بین السطور میں ہے لانہ امر بہ فیستحب المسارعۃ الیہ۔

صدر الشریعہ حضرت عبید اللہ ابن مسعود شرح الوقایہ جلد اول ص۱۳۶ باب الاذان میں تحریر فرمایا ہے ویقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوٰۃ امام و مقتدی کھڑے ہوں حی علی الصلوٰۃ کے وقت اسی کے حاشیہ عمدۃ الرعایہ میں ہے قولہ ویقوم الامام ای من موا ضعھم الی الصف وفیہ اشارۃ الی اذا دخل المسجد یکرہ لہ انتظار الصلاۃ قائما بل یجلس فی

موضع ثم یقوم عند حی علی الفلاح وبہ صرح فی جامع المضمرات

یعنی امام اور قوم اپنی اپنی جگہ سے صف میں شامل ہونے کے لیے کھڑے ہوں اور

اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ کوئی جب مسجد میں داخل ہو تو اس کے لیے نماز کا

انتظار کرنا کھڑے ہو کر مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے کسی جگہ میں پھر حی علی الفلاح پر کھڑا ہو

یہی جامع المضمرات میں مصرح ہے۔

اور قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ متوفی ۱۲۲۵ھ اپنی کتاب

مالا بدّ منہ کے ص۱۳۱ پر رقمطراز ہیں۔ طریق خواندن نماز بروجہ سنت آنست کہ اذان گفتہ

شود و اقامت و نزد حی علی الصلوٰۃ امام برخیزد۔

ترجمہ:۔ نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان و اقامت کہی جائے اور حی

علی الصلوٰۃ کے وقت امام کھڑا ہو اور اس کے حاشیہ میں ہے مقتدیوں کو بھی اسی وقت

کھڑا ہونا چاہیئے اب تک عظیم المرتبت رفیع الدرجت علمائے کرام فقہائے عظام کی

فقہی عبارتوں سے قلب و جگر کو منور و مجلّٰی کر رہے تھے اب چلیئے احادیث کریمہ

کی زیارت سے نور و سرور حاصل کر کے آنکھیں ٹھنڈی کریں۔

امام بخاری حضرت ابو عبداللہ محمد ابن اسمٰعیل امیر المؤمنین فی الحدیث درامس

المحدثین فی القدیم والحدیث متوفی ۲۵۶ھ بخاری شریف جلد اول ص۸۸ جزءثالث

میں حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلاۃ فلا تقوموا حتیٰ ترونی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے تو کھڑے نہ ہوا کرو جب تک

مجھے دیکھ نہ لو۔

اور حضرت علامہ بدر الدین محمود عینی شارح بخاری متوفی ۸۵۵ھ اسی

حدیث شریف کے تحت عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جزء خامس ص۱۵۳ پر امام اعظم

اللہ تعالیٰ علیہا کا قول نقل فرمایا ہے۔ وقال ابو حنیفۃ و محمد یقومون فی
اذا قال حی علی الصلوٰۃ۔ ترجمہ:۔ امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد رشید حضرت
نے فرمایا کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تو سارے نمازی صف میں کھڑے ہو جائیں۔
اور مسلم شریف جلد اول ص۲۲۰ میں امام مسلم ابو الحسین مسلم ابن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ جو
سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی
ترونی۔ اسی حدیث کی شرح فرماتے ہوئے شارح مسلم شریف حضرت علامہ شیخ ابو زکریا محی
الدین یحیٰ ابن شرف شہیر بنوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اپنی شرح نووی میں فرماتے ہیں واختلف
العلماء من السلف فمن بعدھم متی یقوم الناس للصلوٰۃ ومتی یکبر الامام فمذھب
الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ وطائفۃ انہ یستحب ان لا یقوم احد حتی یفرغ المؤذن
من الاقامۃ ونقل القاضی عیاض عن مالک رحمہما اللہ تعالیٰ وعامۃ العلماء
انہ یستحب ان یقوموا اذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ وکان انس رحمہ اللہ
تعالیٰ یقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰۃ وبہ قال الاحمد رحمہ اللہ تعالیٰ
وقال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والکوفیون یقومون فی الصف اذا قال حی علی
الصلوٰۃ فاذا قال قد قامت الصلوٰۃ کبر الامام وقال جمہور العلماء من
السلف والخلف لا یکبر الامام حتی یفرغ المؤذن من الاقامۃ۔

ترجمہ:۔ علماء سلف و خلف کا اختلاف رہا کہ نماز کے واسطے لوگ کب کھڑے
ہوں اور امام کب تکبیر کہے تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور ایک گروہ کا مسلک کہ مستحب یہ
ہے کہ کوئی بھی کھڑا نہ ہو جبتک کہ مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہولے اور حضرت قاضی
عیاض حضرت مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ اور عام علماء (کرام) سے نقل فرمایا ہے کہ کھڑا ہونا مستحب
اس وقت ہے جس وقت مؤذن اقامت شروع کرے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ
کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہتا اور یہی حضرت امام احمد علیہ الرحمۃ نے
فرمایا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور علمائے کوفہ نے فرمایا کہ جب مؤذن حی

علی الصلوٰۃ کہے اس وقت صف میں سب کھڑے ہو جائیں۔ پھر جب قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام تکبیر کہے اور جمہور علمائے سلف وخلف نے کہا کہ امام تکبیر نہ کہے تا وقتیکہ مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو لے۔

اور ترمذی شریف باب کراہیۃ ان ینتظر الناس الامام و ھو قیام ۔

عند افتتاح الصلوٰۃ ج۱ ص۷۶ میں حضرت علامہ ابو عیسیٰ محمد ابن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ حضرت سیدنا ابوقتادہ سے روایت کی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی خرجت۔

اس حدیث شریف کے تحت قال ابو عیسیٰ حدیث ابی قتادۃ حدیث حسن صحیح وقد کرہ قوم من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرھم ان ینتظر الناس الامام وھم قیام وقال بعضھم اذا کان الامام فی المسجد واقیمت الصلوٰۃ فانما یقومون اذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ وھو قول ابن المبارک۔

یعنی صاحب ترمذی حضرت ابو عیسیٰ نے فرمایا کہ حضرت ابوقتادہ کی حدیث حسن ہے صحیح ہے اور اہل علم صحابہ کرام کی ایک جماعت ان کے علاوہ دیگر حضرات نے (بوقت اقامت) کھڑے ہو کر امام کے انتظار کو مکروہ خیال فرمایا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ امام مسجد میں ہوں اور نماز کی اقامت کہی جائے تو سب کے سب کھڑے ہوں۔ جس وقت مؤذن قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ کہے اور یہی حضرت ابن مبارک کا قول ہے۔

اور اسی کے حاشیہ میں فلا تقوموا حتی ترونی خرجت کے ذیل میں محشی نے لکھا ہے۔ قال الشیخ فی اللمعات قال الفقھاء یقومون عند قولہ حی علی الصلوٰۃ۔

یعنی حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب مستطاب لمعات شریف میں ارشاد فرمایا کہ فقہائے کرام نے فرمایا ہے حی علی الصلوٰۃ پر لوگ کھڑے ہوں۔

ابوداؤد شریف جلد ۱ صفحہ ۹۶ میں حدیث ابوقتادہ و ایوب اور حجاج صواف سے بھی مروی ہے

عن عبد اللہ ابن ابی قتادۃ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی قال ابو داؤد وھکذا رواہ ایوب وحجاج الصواف عن یحیٰی وحشام الدستوائی۔

اور یہی حدیث شریف سنن نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ میں اور مشکوٰۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۶۴ میں اور صحیح البہاری صفحہ ۳۰۳ میں مذکور ہے اس حدیث کی شرح میں راس المفسرین امام المحدثین علامہ علی بن سلطان محمد قاری رحمۃ اللہ الباری اپنی کتاب مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جز اول کے صفحہ ۴۱۹ پر فرماتے ہیں (حتی ترونی) ای فی المسجد لان القیام قبل مجئی الامام تعب بلا فائدۃ کذا قالہ بعضھم ولعلہ علیہ السلام کان یخرج من الحجرۃ بعد شروع المؤذن فی الاقامۃ ویدخل فی محراب المسجد عند قولہ حی علی الصلوٰۃ ولہ ا قال ائمتنا ویقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوٰۃ ویشرع عند قد قامت الصلوٰۃ وقال ابن حجر وکان صلی اللہ علیہ وسلم یخرج عند فراغ المقیم من اقامتہ فامرھم بالقیام حینئذ لانہ وقت الحاجۃ الیہ ولھذا قال اصحابنا السنۃ ان لا یقوم الماموم حتی یفرغ المقیم من جمیع اقامتہ الخ

یعنی جب مؤذن اقامت کہے تو نماز کے لیے کھڑا نہ ہوتا وقتیکہ مجھے مسجد میں دیکھ نہ لو اس لیے کہ امام کے آنے سے پہلے کھڑا ہونا بے فائدہ مشقت میں پڑنا ہے اسی طرح بعض لوگوں نے کہا ہے امید ہے کہ حضور علیہ السلام مؤذن کے اقامت شروع کرنے کے بعد حجرے سے تشریف لاتے رہیں ہوں اور محراب مسجد میں اس کے قول حی علی الصلوٰۃ کے وقت جلوہ گر ہوتے رہے ہوں۔ اس لیے ہمارے اماموں نے فرمایا کہ امام اور قوم حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں اور قد قامت الصلوٰۃ کے وقت شروع کردے اور ابن حجر نے فرمایا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقیم کے اقامت سے فراغت کے وقت نکلتے تھے تو ان کو کھڑے ہونے کا اس وقت حکم فرمایا اس لیے کہ یہی اسکی ضرورت کا وقت ہے اس لیے ہمارے اصحاب نے کہا سنت یہ ہے کہ مقتدی کھڑے نہ ہوں جب تک کہ مقیم اپنے جمیع اقامت سے فراغت حاصل نہ کرلے۔

مخزن برکات ینبوع کرامات برکت مصطفیٰ عارف باللہ قدوۃ المحدثین حامل لواء الحق والدین علامہ شیخ محقق شاہ امام عبد الحق محدث دھلوی متوفی ۱۰۵۲ھ رضی اللہ عنہ اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۳۲۱ میں فرماتے ہیں۔

فقہا گفتہ اند مذہب آنست کہ نزد حی علی الصلوٰۃ باید برخاست وشاید کہ بروں آمدن آں حضرت دریں وقت می بود۔

یعنی فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ مذہب یہ ہے کہ حی علی الصلاۃ کے وقت کھڑا ہونا چاہیے اور ہو سکتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی وقت میں تشریف لانا ہوتا رہا ہو۔

اور ص ۳۰۸ پر فرماتے ہیں درفقہ مذکوراست کہ تا چوں حی علی الصلوٰۃ گوید باید برخاست شاید کہ آں حضرت نیز دریں وقت بروں می آمدند فقہ میں مذکور ہے کہ جس وقت مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے اس وقت کھڑا ہونا چاہیے ہو سکتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اسی وقت میں ہوتی رہی ہو۔

محرر مذہب مہذب حضرت سیدنا امام محمد متوفی ۱۸۹ھ شاگرد رشید سیدنا امام اعظم علیہما الرحمۃ مؤطا شریف ص ۸۸ باب تسویۃ الصف میں منفی بہ فتویٰ سے آگہی بخشتے ہیں قال محمد ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا الی الصلوٰۃ فیصفوا ویسووا الصفوف ویحاذوا بین المناکب فاذا اقام المؤذن الصلوٰۃ کبر الامام وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: امام محمد نے فرمایا کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اس وقت لوگوں کو نماز کی طرف

آنا چاہیئے پھر صف بصف ہو کر صفیں سیدھی کریں اور کندھوں سے کندھا ملالیں پھر جب مؤذن اقامت کہہ چکے تو امام تکبیر کہے یہی قول امام الائمہ سراج الائمہ کشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ متوفی ۱۵۰ھ کا ہے اور اسی کے حاشیہ میں ہے وقال ابوحنیفۃ واصحابہ اذا لم یکن معھم الامام فی المسجد فانھم لا یقومون حتی یروا الامام لحدیث ابی قتادۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوۃ فلا تقوموا حتی تروفی وھو قول الشافعی وداؤد واذا کان معھم فانھم یقومون اذا قال حی علی الفلاح انتھی ملخصًا۔

امام اعظم اور آپ کے اصحاب نے فرمایا کہ مسجد کے اندر نمازیوں کے ساتھ امام موجود نہ ہوں تو نہ کھڑے ہوں حتٰی کہ امام کو دیکھ لیں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے جو مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جس وقت اقامت کہی جائے تو مجھے دیکھ لینے تک کھڑے نہ ہوں۔ یہی قول حضرت امام شافعی اور داؤد کا ہے اور ان کے ساتھ جب امام حاضر ہوں تو اس وقت کھڑے ہوں جس وقت مؤذن حی علی الفلاح کہے۔ انتہی ملخصا

ان احادیث کریمہ اور شروح متبرکہ اور جلیل القدر عظیم الشان متبحر فقہائے کرام اور علمائے عظام کی کتب فقہیہ معتبرہ مشہورہ اور ان کے مستندہ متداولہ فتاوائے مبارکہ سے سلف وخلف کا مسلک و مذہب آفتاب نیمروز کی طرح خوب روشن و منور واضح وابین ہو گیا کہ وقت اقامت امام اور مقتدی دونوں کو بیٹھے رہنا چاہیئے اور حی علی الصلوٰۃ پر کما قال البعض یا حی علی الفلاح پر کما قال الاکثر فی الاظہر یا قد قامت الصلوٰۃ پر کما قال زفر کھڑا ہونا چاہیئے اور بنظر دلائل وبراہین حی علی الفلاح پر ہی کھڑا ہونا بہتر اور راجح تر ہے اس وقت کھڑا ہونا کوئی نیا مسئلہ اور بریلویوں کا گڑھا ہوا نہیں ہے بلکہ خیر القرون عہد برکات مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور عصر صحابہ کرام وتابعین عظام اور زمانہ ائمہ مجتہدین اور علمائے متقدمین ومتاخرین سے اب تک جمہور صحابہ وعلماء محدثین وفقہائے مجتہدین

امام الائمہ سراج الائمۃ کشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ اور انکے شاگرد رشید محرر مذہب حضرت امام محمد وقاضی القضاۃ حضرت امام یوسف اور حضرت امام زفر وغیرہ علامہ شرنبلالی علامہ طحطاوی علامہ شامی علامہ حصکفی شیخ الاسلام تمرتاشی ملک العلماء کاسانی حضرت ابوالبرکات نسفی صدر الشریعہ حضرت عبید اللہ حنفی اور مشلفین فتاوی عالمگیری حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم محدث دھلوی حضرت علامہ مفتی ابوالبرکات دھلوی اور شاگرد رشید حضرت ملاجیون شیخ احمد گوپاموی۔ مفتی وجیہ الدین گوپاموی قاضی عصمۃ اللہ لکھنوی۔ شیخ نظام الدین ٹھٹھوی سندھی مولانا ابوالخیر ٹھٹھوی مولانا جمیل جونپوری قاضی رضی الدین بھاگلپوری وغیرھم کا معمول بہا رہا ہے اور ہے:

ہاں یقیناً کی منزل میں پہنچ اور ملاحظہ کریں فتاوی ہندیہ معروف فتاوی عالمگیری کی تالیف ترتیب اور اس کی تاریخ سے اندازہ لگائیں کہ اس مسئلہ میں علمائے ہند کا کیا موقف رہا ہے۔ سلطان الہند حضرت اورنگ زیب محمد عالمگیر علیہ الرحمۃ کے دور سلطنت میں انہیں کی پیش کش پر ہندوستان بھر کے نامور علماء اور مشہور فقہاء بڑے بڑے مشائخ کرام ان کے محل سرا میں جمع ہوئے اور اس جماعت جلیلہ نے عمدۃ العلماء قدوۃ الفضلاء رئیس الفقہاء حضرت شیخ نظام برہان پوری کی سربراہی و سرپرستی میں بڑی کاوش و محنت کے ساتھ بے شمار کتب معتبرہ اور فتاوائے معتبرہ اور اقوال مفتی بہا سے فقہی جواہر پارے اور علمی ذخیرے کمال حزم اور پورے احتیاط کے ساتھ چھان پھٹک کر جمع کیے تاکہ عالم اسلام اس کے مطابق عمل پیرا ہو اور بوقت اختلاف اس کی طرف رجوع کرے۔

سنہ ۱۰۷۷ھ

اس فتاوے کی تدوین کا آغاز ایک ہزار ستہتر ہجری میں ہوا اور تکمیل ایک ہزار بیاسی ہجری میں ہوئی۔ بفضلہ تعالیٰ پوری دنیا میں اسے قبولیت عامہ کا درجہ حاصل ہے شروع فتاوے میں اسی کا حوالہ پیش کیا ہے تاکہ یقین ہو جائے کہ حضرت اورنگ زیب کے زمانے میں بھی سارے علمائے ہند کا اسی پر فتویٰ تھا کہ بوقت اقامت بیٹھے رہیں اور حیّ علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔ اسی مسئلہ معمول بہا کی تائید و تبیین علمائے بریلی کرتے ہیں اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۳۴۰ھ فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص۳۰۴ میں فرماتے ہیں مقتدیوں کو حکم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں۔ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں اور کھڑے کھڑے تکبیر سننا مکروہ ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں آئے کہ تکبیر ہو رہی ہو فوراً بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو۔

اور اس میں راز مکبر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد قامت الصلوٰۃ۔ ادھر اس نے حیّ علی الفلاح کہا۔ کہ آؤ مراد پانے کو جماعت کھڑی ہوئی اس نے کہا قد قامت الصلوٰۃ جماعت قائم ہوگئی اور اسی فتاوے کے ص۳۳۸ پر فرماتے ہیں جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑے ہوں کہ اس قول کی مطابقت ہو جو اس کے بعد کہے گا کہ قد قامت الصلوٰۃ جماعت کھڑی ہوئی یہاں تک تکبیر ہو رہی ہے اور اس وقت کوئی شخص باہر سے آیا تو یہ خیال نہ کرے چند کلمات رہ گئے ہیں پھر کھڑا ہونا ہوگا بلکہ فوراً بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو ملخصاً اور فیوض الباری شرح صحیح البخاری ص۲۹۵ پر علامہ سید محمود احمد رضوی پاکستانی فرماتے ہیں کتب احناف میں ہے کہ اقامت کے وقت جو شخص آئے اور جو لوگ مسجد میں موجود ہوں، انہیں چاہیئے کہ بیٹھے رہیں اس وقت اٹھیں جب مکبر حی علی الصلوٰۃ پر پہنچے۔ ملخصاً

اقول: ناظرین اسکو دیکھ کر کسی کتاب میں حی علی الصلوٰۃ اور کسی میں حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا لکھا کشمکش میں نہ پڑیں کہ کس پر عمل ہو۔ اس کی صورت یوں کریں کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کی تیاری کریں اور حیّ علی الفلاح پر سیدھا کھڑا ہو جائیں تاکہ دونوں پر بقدر

الامکان عمل ہو جائے۔

اور مرآت شرح مشکوٰۃ ص۴۰۲ پر مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی اشرفی بدایونی ثم پاکستانی لا یقوم حتی ترونی کے تحت شرح میں فرماتے ہیں اس زمانے میں طریقہ یہ تھا کہ صحابہ کرام صف بنا کر بیٹھ جاتے۔ حضور اپنے حجرے میں رونق افروز ہوتے مکبر کھڑے ہوکر تکبیر شروع کرتا جب حی علی الفلاح پر پہنچتا تو سرکار حجرے سے باہر تشریف لاتے تو صحابہ کرام کو نظر آتے۔

فقہا فرماتے ہیں کہ نمازی صف میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے نیز وہ حدیث جو مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسلم بخاری دو تین صفحہ بعد باب المساجد سے کچھ پہلے آرہی ہے۔

یہ رہا علمائے احناف و فقہائے انصاف کا مسلک و مذہب۔ مخالفین و معاندین اور ان کے علماء کو مولانا ثناء اللہ پانی پتی پر بڑا وثوق واعتماد ہے، ان کا قول بھی ان کی کتاب مالابدّ منہ سے نقل کر دیا گیا ہے کہ وقت اقامت بیٹھے رہنے کو نماز کا مسنون طریقہ بتایا ہے۔

اب مانعین کے مایہ ناز دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر مدرس محشی الاصباح علی نور الایضاح مولوی اعجاز علی دیوبندی علیہ ماعلیہ نے دیکھئے اس مسئلہ کے بارے میں حاشیہ نور الایضاح پر کیا وضاحت کی ہے۔ ملاحظہ ہو ومن الادب قیام القوم والامام ان کان حاضراً بقرب المحراب وقت قول المقیم حی علی الفلاح لان المقیم فی ضمن قولہ ھذا امر بالقیام فیجاب۔

ترجمہ: اور ادب یہ ہے کہ کھڑی ہو قوم اور امام بھی اگر ہوں وہ محراب کے قریب مقیم کے قول حی علی الفلاح کے وقت اس لیے کہ مقیم نے اپنے اس قول کے ضمن میں قیام کا حکم دیا ہے تو اس کا جواب (اسی وقت) کھڑے ہوکر دینا چاہیئے۔

دیکھا آپ نے حق وہ جو سر چڑھ کے بولے سرکار نے فرمایا بھی ہے الحق یعلو ولا یعلی مخالفین کے مشہور و معروف مفتی بھی حق بولے بغیر نہ رہ سکے۔ اب تو یقین ہو گیا ہو گا کہ حق کیا ہے؟ اور علمائے سلف و خلف کی پیروی کھڑے ہونے میں ہے یا بیٹھنے میں تو جو مسئلہ دور رسالت مآب سے اب تک کے علماء و صلحا فقہا مشائخ اور ان کے تبعین کا معمول اور مفتی بہا ہو اسے نیا مسئلہ کہنا اور گڑھا ہوا بتانا کتنا بڑا ظلم و عدوان اور مسئلہ حق کے ساتھ کس قدر شر و طغیان ہے اسی کو کہتے ہیں چوڑا ہے پر سر بازار دن کے اجالے میں دین و دیانت کا گلہ گھونٹنا یا ٹھیک دوپہر کو آنکھیں موند کر آفتاب جہاں تاب سے فیض نہ لیکر کور چشمی کا ثبوت دینا۔

مصنفین کتب فقہیہ اور مؤلفین کتب احادیث نبویہ کے اسمائے گرامی کے ساتھ ان کا سن وصال اس لیے تحریر کر دیا گیا ہے تاکہ متیقن اور دل و دماغ میں خوب راسخ ہو جائے کہ یہ مسئلہ محققہ مدللہ مبرھنہ قدیمہ ہے اور سلف و خلف کی سنت سنیہ اور طریقہ مرضیہ ہے کوئی جدید اور اختراعی نہیں ہے۔ پھر ایسے مسئلہ قدیمہ معمول بہا کو جدید اور اختراعی خیال کرنا جہالت و ضلالت کے سوا کچھ نہیں یا جان بوجھ کر حق و صداقت سے عناداً اعراض کرنا ہے اور یہ کہنا کہ فلاں جگہ یا یہاں اور وہاں بوقت اقامت لوگ بیٹھتے نہیں کھڑے رہتے ہیں یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ دلیلیں تو مذکور ہوئیں انصاف پسند حق کے متلاشی کے لیے جو تحریر میں آیا کافی شافی وافی صافی ہے باوجود ان دلائل و براہین کے جو شخص اعراض و انکار کرے اس کا کوئی علاج نہیں۔ ایسوں ہی کے حق میں قرآن کریم نے فرمایا ہے من لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

الحمد للہ ثم الحمد للہ تم الجواب بعون الملک الوھاب و ظھر الحق والصواب۔

هٰذا ما تیسر لی من الاحادیث النبویۃ والکتب الفقہیۃ المستدق المتدن اولۃ مع قلۃ الفرصۃ وکثرۃ الاشغال، بتوفیق اللّٰہ العزیز المتعال ذی البر والاحسان والنوال، والصلوٰۃ والسلام علی نبینا محمد صاحب الفضل والکمال، واصحابہ والہ خیر الاٰل۔

واعلموا ان ھٰذہ العجالۃ، فی جواب الاقامۃ، نافعۃ لمن اراد ان یتذکر من اولی الالباب، وذوی العدل والانصاف وحرز من تلبیس الابلیس المریب وحصن حصین للمومنین من الشیطان اللعین وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب، جہدت فیہا جہدًا کثیرًا، ونقحت فیہا تنقیحا کثیرًا، وان کنت لست بذلک جدیرًا متوکلاً علی اللّٰہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ ومتیمنًا بوسیلۃ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا، وھو حسبی ونعم الوکیل ونعم المولیٰ ونعم النصیر۔

واعانی علیہا تلمیذی واعز احبتی اخی فی الدین المزین بحسن الزین ذوالمعالی المولوی مولانا احمد حسین البرکاتی وتلمیذی الاعز لائق الاکرام فائز المرام احری الحسیب فائق الاقران المولوی مولانا محمد مجیب الرحمٰن البرکاتی صانہما اللّٰہ تعالیٰ عن الجور بعد الکور حفظہما سبحانہ وتعالیٰ عن موجبات التلہف والتأسف واصلح حالہما ومالہما ولان ال لہما من التوفیق قوام ومن التابید عصام بالکتابۃ والنقل والنسخ مع الاکرام وجعل المولیٰ تعالیٰ سعیہما مشکورًا وافاض من الفیوضات والاحسانات علی المسلمین والسلمات کثیرًا کثیرًا واذا صارت ھٰذہ العجالۃ بصورۃ الرسالۃ فاحببت

ان اسمیها فسمیتہا بتنویر الابصار بتوجیہ اقامۃ الاخیار لیکون بموضوعہا العلامۃ والشعار ونسئال اللہ الکریم رب العرش العظیم ان یفیض علینا انوار الہدایۃ ویصرف عنا اصناف الضلالۃ ـ وارجو منہ تبارک وتعالیٰ ان یتقبل بفضل رحمتہ ہذہ التالیف وان ینفعنی بہ ویوفقنی لعمل اہل السعادۃ ویرزقنی حسن الخاتمۃ علی الکتاب والسنۃ ـ

وقد شرعت لاربع بقین من ذی القعدۃ یوم الجمعۃ المبارکۃ قبل العصر سنۃ الف واربعمائۃ وسبع ووقع الفراغ عنہ من التسوید والتبییض والتصحیح لثانی من ذی الحجۃ سنۃ الف واربعمائۃ وسبعۃ یوم الخمیس بعد الظہر ـ

وافضل الصلوٰت واکمل التسلیمات علی المولیٰ المخصوص بطیب النشر شفیعنا بمنہ یوم الحشر وعلی الہ واصحابہ ذوالحجر واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین ـ

انا العبد المفتقر الی المولیٰ الغنی المقتدر جیش محمد الصدیقی البرکاتی المدرس بالجامعۃ الحنفیۃ لاہل السنۃ والجماعۃ اقامہا اللہ وادامہا عفی عنہ وغفرلہ ولوالدیہ و مشائخہ ومحبیہ بمنہ وکرمہ وجودہ و نوالہ امین امین بجاہ سید المرسلین یا ارحم الراحمین ـ

جیش محمد صدیقی قادری برکاتی
حوفظ عن المعاصی
۲ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ

التصدیق

ما اجاب شیخنا الفاضل ومخدومنا الکامل العالم الفقیہ۔ و العلامۃ النبیہ، المحقق النجیح للمفتی الکبیر، حامل لواء الدین المتین، ماحی الضلالۃ وقاطع المضلین، ناشر الملۃ والدین، ناصر القوم و المسلمین، جیش محمد رفیع المولیٰ تبارک وتعالیٰ درجاتہ فی الدنیا و واعلی علیین، فھو حق، صحیح، رجیح، نافع لطالب الحق والھدایۃ و لاھل السنۃ والجماعۃ والحق احق بالاتباع والاطاعۃ وجزاہ اللہ عنی وعن سائر المومنین خیر الجزاء وادام ظلال کرمہ والامتنان وافاض برہ والاحسان علینا وعلی العالمین فی کل الزمان واطال عمرہ بالصحۃ وغایۃ السلامۃ بجاہ سید الانس والجان علیہ والہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام من الحنان والمنان آمین آمین

یا ارحم الراحمین ط

العاصی الخاطی

احمد حسین البرکاتی غفرلہ ولوالدیہ ولاستاذہ

الخادم للجامعۃ الحنفیۃ الواقعۃ بجنکفوردھام (نیپال)

الثالث من ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۷ھ

التصدیق

مبسملاً وحامداً ومصلیاً ومسلماً وبعد

فقد تشرفت بمطالعة الرسالة المبارکة التی کتبها اکمل کملاء الزمان واعلم علماء الدوران عین العلم والایقان تبیین اشارات القرآن الجامع لاشتات الفضائل والخصائل استاذ العلماء حضرت العلامه اسد النیپال حبیش محمد نصره الله تعالی علی من عداه شیئاً من العدوان واقام الدوام اماماً للدین المزدان بجاه سید الانس والجان فی جواب سوالات الاقامة فاذا هو حق و صواب ومطابق بما نطق به السنة وکتب فقهاء الزمان و هو معتقدنا ومعتقد الفضلاء الشیخان فلما تجلی الحق بالدلائل والبرهان فلابد ان یعمل به الانسان ومن استحوذ علیهم الشیطان فیبتغی وراء ذلک اولئک حزب الشیطان وهم الخسرون وهم العادون ومن یعمل به ویطلب سبیل الحق فاولئک حزب الله الرحمن وهم المصلحون وهم المفلحون بمن المنان وبکرم الحنان وصلی الله تعالی علی خیر خلقه واله وصحبه فی کل الحین والآن .

العبد المذنب

محمد مجیب الرحمن البرکاتی عفی عنه وعن والدیه واستاذه

المدرس بالجامعة الحنفیة جنکفور نیپال

٣-١٢-١٤٠٧ھ